ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
24 تا 30 جنوری 2002ء

☆ ایک ''عظیم'' گواہی (اداریہ)
☆ صدر کے حالیہ ''تاریخی'' خطاب پر امیر تنظیم کا تبصرہ (منبر و محراب)
☆ پاکستان کا حقیقی دشمن؟ (تجزیہ)

جہاد فی سبیل اللہ کی بلند ترین منزل!

جہاد فی سبیل اللہ کی بلند ترین منزل نظام کی سطح پر جہاد' یعنی نظام کو بدلنے کی جدوجہد ہے۔ یہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے باطل نظام اور طاغوت کے خلاف جہاد ہے...... اس کام کے لئے لازم ہے ایک ایسی منظّم جماعت وجود میں آئے جو اسی دعوت کی بنیاد پر قائم ہوئی ہو۔ یہ نہیں کہ قومی بنیاد پر کوئی گروہ منظّم ہو جائے اور قومی سطح پر کوئی جدوجہد شروع ہو جائے بلکہ جو لوگ بندگیٔ رب اور شہادت علی الناس کی دعوت شعوری طور پر قبول کر کے آئیں ان پر مشتمل ایک منظّم جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح نماز کے لئے وضو شرط ہے ایسے ہی اقامتِ دین کے لئے ایک منظّم جماعت کا ہونا شرطِ لازم ہے۔ وہ جماعت ایسے لوگوں کی ہو جنہوں نے اسلام اور ایمان کو شعوری طور پر قبول کیا ہو' جو اپنے نفس سے جہاد کی منزل سر کر کے آئے ہوں اور اپنے نفس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے تابع کر چکے ہوں۔ ایسے لوگ منظّم جماعت کی شکل میں جمع ہوں۔ یہ شرط اگر پوری نہیں ہوتی تو پھر وہ جہاد فی سبیل اللہ کی منزل نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جہاد فی سبیل الحریت یا کوئی اور جہاد ہو جسے جہاد فی سبیل اللہ کا نام دے دیا گیا ہو۔ جماعت کے بارے میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ((يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ)) ''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے'' اور ((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ)) ''تم پر جماعت کی شکل میں رہنا فرض ہے''۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''جماعت کے بغیر اسلام نہیں ہے' اور امارت کے بغیر جماعت نہیں ہے' اور امارت کا کوئی فائدہ نہیں اگر اس کے ساتھ اطاعت نہ ہو''...... اس موضوع پر ذروۂ سنام یہ حدیث ہے جو حضرت حارث اشعری سے مروی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے رہا ہوں' اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے: (۱) التزامِ جماعت' (۲) سننا (۳) اطاعت کرنا (۴) ہجرت اور (۵) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب ''جہاد فی سبیل اللہ: اصل حقیقت' اہمیت و لزوم اور مراحل و مدراج'' سے ایک اقتباس)

سورۃ البقرہ (۵۲)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ o وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ o وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لا وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ o﴾ (آیات : ۸۷ تا ۸۹)

’’اور ہم نے (حضرت) موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور پھر ہم نے ان کے بعد پے بہ پے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے (حضرت) عیسیٰؑ کو واضح معجزے عطا کئے اور روح القدس (حضرت جبرائیلؑ) سے ان کی مدد کی‘ تو جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ کچھ لے کر آیا جو تمہارے نفس کو پسند نہ آیا تو تم نے تکبر کیا‘ (انبیاء کے) ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ اور (بنی اسرائیل) کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں کے اندر (محفوظ) ہیں‘ (جبکہ درحقیقت) ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ کی لعنت ہے‘ پس ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائیں گے۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی کتاب آئی جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی‘ حالانکہ اس سے پہلے وہ کافروں کے مقابلے میں فتح کی دعائیں کیا کرتے تھے‘ تو پھر جب وہ (نبی) آ گئے (اور) جنہیں انہوں نے پہچان بھی لیا تو ان کا انکار کیا‘ پس ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رشد و ہدایت کا سلسلہ چودہ سو برس تک مسلسل جاری رہا۔ اس پوری مدت کے دوران ہر وقت کوئی نہ کوئی نبی ان کے درمیان موجود ہوتا تھا۔ ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرے نبی کو مبعوث کر دیا جاتا اور یوں یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ اس مبارک لڑی کا آغاز حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی نبوت سے ہوا اور اختتام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت پر ہوا جبکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ان کے پیش رو کی حیثیت سے موجود تھے۔ گویا اس دور کے شروع میں بھی دو انبیاء بیک وقت موجود تھے اور آخر میں بھی دو جلیل القدر پیغمبر ایک دوسرے کے ہم عصر تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عظیم ترین حسی معجزات کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دو خاص صفات یعنی خلقِ حیات اور احیائے موتیٰ بھی معجزے کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیں‘ جن کے ذریعے انہوں نے مُردوں کو زندہ کیا اور مٹی کے بنے ہوئے بے جان پرندے میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلسل ہدایت و رہنمائی کے باوجود بھی بنی اسرائیل نے ہدایت کا راستہ نہ اپنایا بلکہ انبیاء کی تعلیمات کے مقابلے میں اپنی خواہشات نفس کو ترجیح دی۔ احکامِ الٰہی کی پیروی کرنے کے بجائے وہ شیطان کی روش پر چلتے ہوئے غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ اپنے اسی زعم کے باعث انہوں نے بعض انبیاء کی تکذیب کی جبکہ بعض کو ناحق قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے دور میں جب یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی جاتی تو وہ بڑے فخر اور ڈھٹائی سے کہا کرتے کہ تمہارے نبی اور اس پر نازل ہونے والی کتاب کی باتیں ہم پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں کیونکہ ہمارے دل غلافوں کے اندر محفوظ ہیں۔ زیرِ درس دوسری آیت میں اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ نہیں‘ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت اپنے کفر کے باعث قانونِ الٰہی کی زد میں آ چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کے غیظ و غضب کے باعث قرآنی تعلیمات کو قبول کرنے سے محروم ہے۔

مدینہ میں یہود اور عرب قبائل کے درمیان اکثر لڑائی ہوتی رہتی تھی اور مسلسل تناؤ کی سی کیفیت طاری رہتی۔ عرب فطرتاً دلیر اور جنگجو طبیعت کے مالک تھے جبکہ یہود بزدل تھے اور ایک سرمایہ دار قوم ہونے کی وجہ سے نسبتاً مہذب سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ میدانِ جنگ میں جب یہودیوں کو شکست ہوتی اور وہ اپنے فریق سے دب جاتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اس آخری نبی کو بھیج دے جس کا تورات میں وعدہ کیا گیا ہے تاکہ اس کے ساتھ مل کر ہم اپنے دشمنوں کا مقابلہ کریں اور فتح یاب ہوں۔ انہیں یقین تھا کہ نبوت و رسالت پر ہماری اجارہ داری ہے لہٰذا یہ آخری نبی بھی ہماری ہی قوم کا کوئی فرد ہو گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس منصب کے لئے جب بنی اسماعیل سے حضرت محمد ﷺ کو منتخب کر لیا تو بنی اسرائیل نے اپنے کینہ اور حسد کے باعث ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ ان کے برعکس‘ اللہ تعالیٰ نے عرب قبائل اوس اور خزرج کے لئے‘ جنہوں نے یہود ہی سے اس آخری نبی کی آمد کے بارے میں سن رکھا تھا‘ حضور اکرم ﷺ کو پہچاننے کا دروازہ کھول دیا اور وہ ہدایت یافتہ ہو گئے جبکہ خود یہود اپنی ہٹ دھرمی کے باعث لعین ٹھہرے۔ ☆ ☆ ☆

حلال و حرام سے لاپرواہی کے نتائج

فرمانِ نبوی — **چوہدری رحمت اللہ بٹر**

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ وَمِنَ الْحَرَامِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ رزين عَلَيْهِ فَاِذَا ذٰلِکَ لَا تُجَابُ لَهُمْ دَعْوَةٌ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہو گی کہ جو کچھ وہ لے رہا ہے‘ حلال ہے یا حرام‘‘۔ اور رزین نے یہ زائد بیان کیا ہے کہ ’’پھر اس وقت لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی‘‘۔

آج کل اسی دور سے ہم گزر رہے ہیں۔ آج جو دین دار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اپنے پاس آنے والے چندوں کے بارے میں کبھی نہیں پوچھتے کہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ حال ہی کا واقعہ ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے ایک امام مسجد سے عرض کی کہ مسجد کی تعمیر کے لئے اپیل کرتے ہوئے اتنا تو کہہ دیا کرو کہ لوگو اپنی حلال کی کمائی میں سے مسجد میں لگاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کہنا شروع کر دیا لیکن جب پورا مہینہ ایک پیسہ بھی نہ آیا تو وہ پھر اس سے باز آ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدیں تو سنگ مرمر کی اینٹوں سے مزین ہیں لیکن نمازیوں کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم۔ ادارے تو بن جاتے ہیں اور خوب شان سے بنتے ہیں لیکن وہاں سے خیر برآمد نہیں ہوتا۔ لاکھوں کی تعداد میں امتی حج و عمرہ ادا کر رہے ہیں اور کس آہ و زاری سے دعائیں مانگ رہے ہیں لیکن ان کی حالت نہیں بدلتی اور غیر مسلم کس طرح انہیں پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی اکل حرام ہے کہ نمازیں تو اللہ کے حکم سے پڑھ رہے ہیں لیکن اس کے حرام کئے ہوئے سود کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں اور سود پر قرضہ لے کر کس طرح خوشی مناتے ہیں اور بڑے بڑے ادارے بنا کر کس طرح سے مطمئن ہیں کہ اللہ کے دین کی خدمت ہو رہی ہے۔ حالانکہ آپؐ نے فرمایا: کل لحم نبتَ من السحت کانت النار اولی به ’’ہر جسم/گوشت جو حرام سے پلا بڑھا ہو‘ دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔‘‘

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 4

24 تا 30 جنوری 2002ء

(۲ تا ۸ ذیقعد ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون :
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان:
☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
............1500 روپے
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
............2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عاکف سعید

ایک ''عظیم'' گواہی

دہشت گردی کے خلاف ''امریکی جہاد'' میں امریکہ کی فرنٹ لائن سٹیٹ بن کر ہم نے جو کچھ کھویا اور جو پایا ہے اس کا میزانیۂ نفع ونقصان تو اگرچہ قومی وقار اور دینی غیرت کے حوالے سے شرمناک حد تک رسوا کن اور افسوسناک ہے لیکن اس سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ ''کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا''۔ ہمارے حکومتی حلقے اور ان کا خوشامدی ٹولہ جس میں مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کے حامل دانشوروں کے ساتھ ساتھ بعض بے بصیرت مذہبی رہنما بھی شامل تھے' گزشتہ سال ۱۱ ستمبر کے بعد صدر مشرف کی اختیار کردہ پالیسی پر داد و تحسین کے ڈونگرے تو برسا ہی رہے ہیں' اب صدر مشرف کے حالیہ ''تاریخی'' خطاب کے قصیدے کہنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے' حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اس خطاب میں جن ''تاریخی'' اقدامات کا اعلان کیا گیا ہے وہ اکثر و بیشتر بھارت اور امریکہ کے غیر معمولی دباؤ کا نتیجہ اور ہماری پسپائی کا مظہر ہیں۔ اور جو دراصل اس ناپاک امریکی ایجنڈے کا حصہ ہیں جس کے تحت اس خطے میں موجود تمام جہادی قوتوں کو کچل کر اسے جہادی عناصر سے مکمل پاک کرنا اور دینی مدارس کو سرکاری کنٹرول میں لا کر نصاب میں تبدیلی کے ذریعے انہیں بتدریج بانجھ بنا دینا ہے کہ یہاں آئندہ جذبۂ جہاد کی تخم ریزی کو ناممکن بنا دیا جائے۔

خالص مادہ پرستانہ نقطۂ نظر رکھنے اور گرد و پیش اور نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر کے امریکہ کی ہاں میں ہاں ملانے اور اس کے ناپاک عزائم میں اس کے آلہ کار بن کر فخر کرنے والے یہ طبقات ''کون سنتا ہے فغانِ درویش'' کے مصداق دینی و ملی مفادات اور تقاضوں کا شعور رکھنے والے درویشوں کی تو کسی بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہیں۔ لیکن کیا وہ نیویارک سے آنے والے ایک پاکستانی مسلمان صحافی عظیم ایم میاں کے خیالات و افکار کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھیں گے کہ جن کی صحافتی خدمات کا اعتراف بین الاقوامی فورم پر اس طرح کیا گیا ہے کہ انہیں آج اقوام متحدہ کے کارسپانڈنس ایسوسی ایشن کے نومنتخب صدر کا مقام حاصل ہے اور یہ اعزاز وہ ہے جو اس سے پہلے کسی پاکستانی مسلمان کو حاصل نہیں ہوا— آج کے نوائے وقت میں شائع شدہ ان کے چشم کشا بیانات کیا ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ عظیم ایم میاں فرماتے ہیں:

☆ ۱۱ ستمبر کو ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون میں دہشت گردی ایک بہانہ تھی۔ امریکہ دنیا پر قبضہ کی منصوبہ بندی کر چکا ہے جو کہ کئی سال پہلے کی گئی۔ میں نے اگست ۲۰۰۱ء میں پاکستان کے ذمہ داروں کو آگاہ کر دیا تھا کہ امریکہ عنقریب افغانستان پر آرمی ایکشن کرنے والا ہے مگر پاکستان نے اس پر توجہ نہ دی۔

☆ اس وقت امریکہ پر دنیا بھر کی حکمرانی کا جنون سوار ہے جس کے لئے وہ نت نئے منصوبے بنا رہا ہے۔ اسی مقصد کے لئے اسے پاکستان سمیت دنیا بھر میں ''گورباچوف'' قسم کے لیڈروں کی ضرورت ہے لہٰذا میں پاکستان کی حکومت پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ امریکی منصوبے سے باخبر ہو جائیں اور اس کے لئے گورباچوف کا حشر یاد رکھیں جو آج کل ایک ہوٹل میں ملازمت کر کے بسر اوقات کر رہے ہیں۔

☆ حکومت کے امریکہ کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ نے ہمیں دہشت گردی کے خلاف جاری مہم میں فرنٹ سٹیٹ بننے کا کوئی فائدہ نہیں ہونے دیا اور امریکہ کے ساتھ فرنٹ لائن پر کھڑے ہونے کے باوجود ہماری حیثیت ملزموں جیسی ہے۔ بھارت ہم پر حاوی نظر آ رہا ہے۔ ہمارے مقابلے میں دنیا بھارت کا موقف تسلیم کئے بیٹھی ہے اور ہم مجرم بنے بیٹھے ہیں۔

☆ امریکہ دنیا کو غلام بنانے پر تلا ہوا ہے جس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ امریکہ نے اقوام متحدہ کو بھی یرغمال بنا لیا ہے۔ ۱۱ ستمبر کے واقعہ سے قبل اقوام متحدہ کی عمارت میں امریکی ایجنسی ایف بی آئی کا کوئی اہلکار داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اب انہوں نے بلا روک ٹوک اس عمارت میں بھی ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

☆ سب سے زیادہ نقصان حکومت کی طرف سے امریکہ کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے سے ہوا ہے۔

☆ ہمارے حکمران بتائیں کہ افغانستان پر حملہ کے وقت فرنٹ لائن سٹیٹ بن کر انہوں نے کیا فائدے حاصل کئے؟ وقت بتائے گا کہ پاکستان نے کچھ حاصل نہیں کیا بلکہ گنوایا ہی ہے۔

☆ امریکہ کے فرنٹ مین پاکستان کی کمزور پالیسیوں کی وجہ سے حالت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ بھارت آج ہمیں ۲۰ افراد کی لسٹ ویسے بھیج رہا ہے جیسے امریکہ نے افغانستان کو اسامہ اور دیگر ملزمان کی لسٹ بھیجی تھی۔

☆ معاشی طور پر ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ کمزور پالیسیوں کے باعث ہمارے ۴ سو کنٹینرز امریکہ میں پڑے گل سڑ رہے ہیں۔ وہاں کھڑے کھڑے ان پر ۲ سے ۳ لاکھ ڈالر فی کس کے حساب سے اضافی خرچ پڑ چکا ہے مگر فرنٹ لائن بننے والی پاکستان حکومت پاکستانیوں کے یہ کنٹینرز ''بری'' نہیں کرا سکی۔

☆ جن مجاہدین کو آج امریکہ دہشت گرد کہہ رہا ہے یہ اس کی اپنی پیداوار ہیں۔ پاکستان کے کرتا دھرتا بتائیں کہ ان مجاہدین کو امریکہ کے اشاروں پر کس نے پیدا کیا جو آج دہشت گرد بن گئے۔

نیویارک سے آئے ہوئے نہایت قابل احترام اور معزز مہمان جناب عظیم میاں کی اس عظیم گواہی کے بعد بھی کیا صدر مشرف اور ان کے حامیوں کو کسی اور گواہی کی ضرورت ہے......!!

اگر ملک میں سیکولرازم لانے کی کوشش کی گئی تو اس کے قیام کا جواز باقی نہیں رہے گا

صدر پرویز مشرف خواہ کچھ کہیں‘ قوم سے ان کا حالیہ خطاب بھارت کے فوجی دباؤ کا نتیجہ تھا

سپاہ صحابہ یا تحریک جعفریہ پر پابندی کے بجائے فرقہ وارانہ منافرت کے اصل اسباب کو ختم کرنا ضروری ہے

اگر ملکی سطح پر قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دے دیا جائے تو مساجد میں سیاسی مسائل زیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہ رہے گی

خواتین کی مخصوص نشستوں کی بحالی اور ان میں اضافہ دجالی ایجنڈے کی تکمیل کا آئینہ دار ہے

مخلوط طرز انتخاب نظریہ پاکستان کے خلاف ہے تاہم اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا

ہائی سکول تک دینی و دنیاوی تعلیم کو یکجا کر کے مدرسہ اور کالج کی تفریق کو ختم کر دیا جائے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۸ جنوری ۲۰۰۲ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

کئی کئی ٹوپیاں اپنے سر پر سجانے والے صدر پاکستان نے ۱۲ رجنوری کو قوم سے خطاب میں جن ''تاریخی'' اقدامات کا اعلان کیا ہے ان کی اصل وجہ بھارتی فوجوں کا ہماری سرحدوں پر جمع ہونا ہے۔ اگرچہ صدر پرویز مشرف نے کہا ہے کہ یہ اقدامات بھارت کے دباؤ کے تحت نہیں کئے جا رہے اور یقیناً انہوں نے بعض ایسی چیزیں بھی اپنے خطاب میں شامل کی ہیں جن کا تعلق بظاہر اس دباؤ سے نہیں ہے‘ لیکن بڑا سبب یہی دباؤ ہے۔ بھارت نے اپنی کل ۳۷ ملین فوج میں سے ۳۵ ملین فوج بارڈر پر جمع کر دی ہے‘ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اسی فوجی دباؤ کے نتیجے میں لشکر طیبہ اور جیش محمد پر پابندی لگی ہے۔ اب ان کے دفاتر پر کریک ڈاؤن کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ دو ہزار کارکن گرفتار ہو چکے ہیں۔ ان کے چندے جمع کرنے کے نظام پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ یہ اقدامات ذاتی طور پر صدر پرویز مشرف کے لئے بڑے رسوا کن‘ ہزیمت اور پسپائی کے آئینہ دار ہیں۔ اس لئے کہ وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے بڑی خوداعتمادی کے ساتھ کہا تھا کہ جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے وہ جہاد حریت ہے‘ وہ لوگ فریڈم فائٹرز ہیں‘ دہشت گرد نہیں ہیں۔ لیکن اب جو صورت حال بنی ہے کہ انہوں نے اس لفظ ''جہاد حریت'' سے دستبرداری اختیار کر لی ہے۔ جہاد کا انہوں نے نام تو لیا ہے‘ لیکن جہاد حریت کا لفظ انہوں نے زبان پر آنے نہیں دیا۔

مسئلہ کشمیر کا پس منظر

صدر پرویز مشرف کے کشمیر کے حوالے سے سابقہ اور حالیہ موقف کا تجزیہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مسئلہ کشمیر کے پس منظر کو سمجھا جائے۔ مسئلہ کشمیر کا حالیہ دور افغانستان میں روس کے خلاف جہاد حریت کے نتیجے میں شروع ہوا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاد افغانستان کے نتیجے میں جہاد فی سبیل اللہ کا غلغلہ پوری دنیا میں بلند ہوا‘ چنانچہ پوری دنیا سے لوگ سمٹ کر وہاں آئے‘ انہوں نے قربانیاں دیں اور اس کے بعد جب یہ مسئلہ حل ہو گیا اور روس سے آنے والی فوجیں واپس چلی گئیں تو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک سے اس جہاد میں شرکت کے لئے جو لوگ آئے تھے‘ ان کے سامنے سوال آیا کہ وہ اب کیا کریں؟ اس فراغت کا ایک حل یہ نکلا کہ یہ کام کشمیر میں کیا جائے۔ میری رائے میں تو جس طرح جہاد افغانستان کو امریکہ کی پشت پناہی حاصل رہی‘ اسی طرح کوئی بعید نہیں کہ یہ جہاد کشمیر بھی امریکہ کی پشت پناہی سے شروع ہوا ہو۔ دراصل امریکہ یہ چاہتا تھا کہ انڈیا کو اتنا تنگ کر دیا جائے کہ وہ کشمیر کو UNO کی جھولی میں ڈال دے تاکہ امریکہ وہاں اپنے اڈے قائم کر سکے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب انڈیا کچھ ٹیڑھا چل رہا تھا اور اس کا USSR کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔ اب تو جیسے ہم امریکہ کے گھڑے کی مچھلی ہیں‘ بھارت بھی امریکہ کا بڑا مچھلا بن گیا ہے۔ لہٰذا اب تو امریکہ خود بھارت کا حمایتی ہے لیکن اس وقت امریکہ کی یہ کوشش تھی کہ کشمیر علیحدہ ہو کر خود مختار ہو جائے‘ تو اسے یہاں پر پاؤں جمانے کا موقع مل جائے گا۔ اس وقت امریکی خاتون رابن فیل‘ انڈر سیکرٹری ساؤتھ ایشیا نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ پاکستان سے ہم آزاد کشمیر‘ گلگت اور شمالی علاقہ جات بھی لیں گے اور چین کو پاکستان نے جو علاقہ دے دیا تھا وہ بھی چین سے واپس لیں گے اور ایک گریٹر اور خود مختار کشمیری ریاست قائم کریں گے۔ اس وقت کے بھارتی وزیر داخلہ نے بھی اپنی پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ کشمیر کے معاملہ میں امریکہ کی اپنی نیت خراب ہے۔ بہرحال ان حالات میں کشمیر کا موجودہ معاملہ شروع ہوا تھا۔ میرے نزدیک صدر پرویز مشرف نے کشمیر کے معاملے میں جو ہزیمت اٹھائی ہے‘ اس سے کہیں بڑی رسوائی طالبان کے معاملہ میں یوٹرن اختیار کرنے سے ہوئی ہے۔ کیونکہ ایک اسلامی حکومت جس کو آخری وقت تک ہم نے تسلیم کئے رکھا جس کا سفارت خانہ ہمارے ہاں موجود رہا‘ ایک دم اس سے دستبردار ہو جانا اور اس کے خلاف جنگی جارحیت میں امریکہ کا آلہ کار بن جانا ہماری ملی زندگی کا بہت بڑا حادثہ اور پوری ملت اسلامیہ سے ایک بہت بڑی غداری ہے۔

بہرحال ہمارے ایٹمی اور میزائل پروگرام کی حفاظت کے معاملے کی پرویز مشرف صاحب کا ایک بڑا امتحان ابھی باقی ہے۔ دراصل اس معاملہ میں ایول فورس یعنی اسرائیل اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک وہ امریکہ اور بھارت کے ذریعے ہمیں اس صلاحیت سے محروم نہ کر دے۔ ۱۱ ستمبر کا حادثہ اسرائیل نے موساد کے ذریعے جن مقاصد کے لئے کروایا ان میں افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کا ایک مقصد تو پورا ہو چکا ہے۔ افغانستان کے بعد اسے مشرق وسطیٰ میں اپنے مقاصد کی

تکمیل کی راہ میں سب سے بڑا خطرہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت سے ہے۔ لہٰذا وہ کبھی چین سے نہیں بیٹھے گا کہ جب تک اس ڈنک کو نہ توڑ دے۔ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ کیا ہوگا' لیکن اصل امتحان مشرف صاحب کا اس معاملے میں آئے گا۔ دو معاملات میں تو انہوں نے پسپائی اختیار کی لیکن تیسرا معاملہ میرے نزدیک پاکستان کی بقاء اور استحکام کے حوالے سے اہم ترین ہوگا۔

جہاں تک جہاد کشمیر سے تائب ہونے کا معاملہ ہے اگرچہ پرویز مشرف صاحب کے لئے ذاتی طور پر یہ بڑی ہزیمت اور رسوائی کا معاملہ ہے' تاہم میرے نزدیک یہ فیصلہ اصولاً درست ہے۔ وہ اس لئے کہ اگرچہ کشمیر پاکستان کا حق ہے اور اس کو طاقت کے ذریعے حاصل کرنے کی صرف ایک ممکنہ صورت یہ ہوسکتی تھی کہ ہم پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرتے اور اللہ کی مدد ہماری پشت پر ہوتی' پھر ہم اللہ کی مدد کے سہارے پر کشمیر کے لئے بھارت سے پنجہ آزمائی کر سکتے تھے اور وہ مثال قائم ہوتی جو طالوت اور جالوت کے ضمن میں سورۂ بقرہ میں بیان ہوئی ہے کہ کتنی ہی بار ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹی جماعت ایک بڑی جمعیت پر اللہ کی نصرت سے فتح یاب ہوگئی۔ لیکن یہ کام چونکہ ہم نے کیا نہیں لہٰذا اب طاقت کے ذریعے سے' تخریب کاری سے' کشمیر کے حصول کا خیال احمقانہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کو اپنے سابقہ موقف سے پسپا ہونا اور کشمیر پالیسی پر سجدہ سہو کرنا پڑا ہے۔ البتہ یہ بات صحیح ہے کہ مسلمانانِ کشمیر کا یہ حق ہے کہ وہ آزادی یا الحاق پاکستان کے لئے کوشش کریں۔ اس کے لئے اصولی طور پر اگر وہ بھارتی حکومت کے جبر وتشدد کے ردعمل میں کوئی مسلح کارروائی بھی کریں تو اسے حرام نہیں کہا جاسکتا' یہ ان کا حق ہے۔ البتہ میرے نزدیک خود اختیاری کے حصول کے لئے سیاسی جدوجہد زیادہ موثر اور کامیاب ہوتی۔ اگر پوری کشمیری قوم ایک قیادت پر متحد ہوجاتی اور ایک کال پر لاکھوں کا جلوس نکلتا' اس پر فائرنگ ہوتی' سو دوسو آدمی اگر جام شہادت نوش کر جاتے تو پوری دنیا میں تہلکہ مچ جاتا۔ لیکن یہ صورت کہ ایک چلتے ہوئے ٹرک پر ہینڈ گرنیڈ پھینک دیا' پانچ چھ فوجی مرگئے' انہوں نے آس پاس کے دیہات کا محاصرہ کرلیا' گھر گھر تلاشی لی' نوجوانوں کو قتل کیا' خواتین کو ریپ کیا یا اگر کوئی نہیں ملا تو آبادی کو جلا کر راکھ کردیا' یہ کام غلط ہے ہزار ہا کشمیری بے گناہ قتل کئے جاچکے ہیں لیکن کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس کے برعکس سیاسی طور پر احتجاجی مظاہروں کی صورت میں اگر یہ کام ہوتا تو بہتر نتائج نکلتے۔ واللہ اعلم۔ اگر اس صورت میں انفرادی طور پر کچھ مسلمان وہاں مظلوم مسلمانوں بھائیوں کی مدد کو جاتے تو بھی حرج کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ کہ اعلانیہ طور پر جیش مرتب کرنا' لشکر بنانا' تربیتی کیمپوں میں تربیت دینا' پھر حکام کے ذریعے ان کی سرپرستی ہونا درست نہیں تھا۔ بالخصوص ان حالات میں کہ سرکاری طور پر ہمارا موقف ہمیشہ یہی رہا کہ کشمیر کی تحریک آزادی میں پاکستانی حکومت کا کوئی رول نہیں ہے بلکہ یہ سراسر وہاں کے مقامی لوگوں کی تحریک ہے۔ بہرحال اب جہاد کشمیر کا مسئلہ وقتی طور پر ختم ہوا۔ اب یہ معاملہ آپس میں مذاکرات' گفت وشنید کے ذریعے یا اگر کسی بین الاقوامی مصلحت کے تحت کوئی طاقت ہمارے درمیان مصالحت کروادے اور کچھ لے دے کر معاملہ طے کرادے تو حل ہوسکتا ہے۔

سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ پر پابندی

اس کے ساتھ جو دوسرا مسئلہ صدر صاحب کی تقریر میں آیا وہ فرقہ وارانہ انتہا پسندی کا تھا۔ یہ مسئلہ اگرچہ اس تقریر کا اصل موضوع نہیں تھا کیونکہ اس وقت مذہبی انتہا پسندوں کے درمیان یہ خاص دہشت گردی ہو ہی نہیں رہی تھی۔ فرقہ وارانہ تشدد کے خاتمہ کے لئے انہوں نے طویل پس منظر بیان کیا ہے کہ پہلے انہوں نے لشکر جھنگوی اور سپاہ محمد پر پابندی عائد کی تھی۔ انہوں نے یہ صحیح قدم اٹھائے تھے۔ اب فرقہ وارانہ دہشت گردی کی آڑ میں انہوں نے سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کو بین کرنے کا فیصلہ کیا ہے حالانکہ آج کل ایسی کسی دہشت گردی کا منظر سامنے نہیں آیا۔ البتہ لیکن اس معاملے میں یہ سمجھ لیجئے کہ اس سے یہ مسئلہ ہونے والا نہیں ہے' یہ منافرت اسی وقت ختم ہوسکتی جب کہ اس کے اصل اسباب کو ختم کیا جائے۔ غور طلب بات ہے کہ اگرچہ ہمارے ملک میں دیوبندی' بریلوی منافرت بھی موجود ہے لیکن اس بناء پر کوئی قتل وغارت گری بحمد اللہ ہمارے ملک میں نہیں ہوئی' زیادہ سے زیادہ یہ ہوا ہے تو مسجدوں پر تنازعہ ہوجاتا ہے۔ دیوبندی مسلک کے لوگ اگر مسجد بناتے ہیں تو وہ بھی حنفی مسجد بناتے ہیں اور بریلوی مسلک کے لوگ بھی حنفی ہیں۔ ان دونوں حنفی مکاتب فکر کا آپس میں کبھی کبھار جھگڑا ہوجاتا ہے' کبھی بریلوی حضرات کسی مسجد پر قابض ہوگئے یا کبھی طاقت کے ساتھ دیوبندی مکتب فکر کے حامل اپنا قبضہ برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔ لیکن قتل وغارت' ایک دوسرے پر حملے یا خون خرابہ نہیں ہوا ہے۔ کیا سبب ہے کہ خون خرابہ ہمیشہ شیعہ سنی بنیاد پر ہوا ہے؟ ان اسباب کا سدباب کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ کی ناموس پر اگر کوئی حملہ ہوتا ہے' تو پہلے اس کا سدباب ہونا چاہئے۔ اسی طرح دوسری طرف اگر اہل بیت کے خلاف بھی کوئی غلط بات ہوتی ہے تو اس پر بھی بڑا سخت ایکشن ہونا چاہئے۔ اس کے بغیر اس مرض کا علاج ممکن نہیں۔ یہ بہت حساس معاملات ہیں۔ یہ دل آزاری ختم ہونی چاہئے۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ جیسے توہین رسالتؐ کی بناء پر موت کی سزا کا قانون بنایا گیا ہے' اسی طرح صحابہ کرامؓ ' ازواج مطہراتؓ ' ائمۂ اہل بیت اور اصحاب بیت کے بارے میں جو بدزبانی کرے اس کو نہایت سخت سزا دینی چاہئے۔ اس ضمن میں ۱۴ سال قید بامشقت کا قانون بنایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی کو کافر قرار دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے' اس پر پابندی ہونی چاہئے اگر کسی کی رائے ہے کہ فلاں فرقہ اسلام کے دائرے سے باہر ہے تو فیڈرل شریعت کورٹ میں جائے اور ثابت کرے' اب یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ فیصلہ دے۔ یہ دو باتیں اگر ہوجائیں تو اس مسئلے کا حل ممکن ہے' ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مطبوعہ چیز آگئی ہے' جس سے فرقہ وارانہ منافرت پھیلنے کا اندیشہ ہے تو اسے ضبط کیا جائے اور اس کے ذمہ داروں کو سخت سزا دی جائے۔ اس ضمن میں تیسرا کام کرنے کا یہ ہے کہ مذہبی جلوسوں پر پابندی لگادی جائے' اپنی اپنی مساجد میں اپنے پروگرام کیجئے لیکن جلوس کی شکل میں باہر نکلنے کی اجازت نہ ہو۔ انہی جلوسوں کی وجہ سے تلخی پیدا ہوتی ہے۔ جب تک اس قسم کے مضبوط قدم نہیں اٹھائے جاتے اس وقت تک اس مسئلے کا حل نہیں ہوگا۔ صرف جماعتوں پر پابندی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب تک فساد خون کا علاج نہیں ہوتا' اس وقت تک یہ پھوڑے پھنسیاں نکلتی رہیں گی۔

مساجد ومدارس کی اصلاح وترقی اور رجسٹریشن

صدر کی تقریر میں تیسری بات مدارس دینیہ کی اصلاح وترقی' اور مدارس و مساجد کی رجسٹریشن کا معاملہ تھا۔ ان دونوں چیزوں میں فی نفسہ کوئی خرابی نہیں۔ مساجد کی رجسٹریشن ہو تا کہ دوسرے مسلک والوں کو خواہ مخواہ اس پر قابض ہونے کا موقع نہ ملے۔ مسجد کے قواعد وضوابط مرتب کئے جائیں' آمدنی اور اخراجات وغیرہ کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جائے' یہ اچھی بات ہے۔ البتہ مدارسِ دینیہ کے حوالے سے درست طرز عمل یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو سکول و کالجز کا علیحدہ نظام ہے اور دینی مدارس کا علیحدہ نظام تعلیم ہے' یہ صحیح نہیں ہے۔ علم ایک وحدت ہے اس میں دین و دنیا کی تفریق نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ تمام مظاہر کائنات کو بھی اللہ نے آیات قرار دیا ہے۔ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں' ان کا مطالعہ کرو' سبق حاصل کرو' نتائج اخذ کرو' ان کے ذریعے سے اللہ کو پہچانو۔ درحقیقت یہ کائنات Work of God ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا عمل ہے جبکہ قرآن Word of God یعنی اللہ کا قول ہے۔ اللہ کے قول اور عمل میں کوئی تضاد ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے علم کی کم فہمی اور ذہن کی نارسائی ہے اگر ہمیں ان میں تضاد نظر آتا ہے۔ لہٰذا مظاہر کائنات' سائنس' فطرت کا مطالعہ اور قرآن و حدیث کا علم ساتھ ساتھ چلنا چاہئے' اگر ان چیزوں میں ابتدائی قدم یہ بھی اٹھائے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ ابتدا میں مدارس میں کچھ سائنس اور ریاضیات وغیرہ کو شامل

(باقی صفحہ ۷ پر)

پاکستان کا حقیقی دشمن؟

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

پاکستانیوں کی غالب اکثریت (راقم سمیت) بھارت کو اپنا ازلی اور پیدائشی دشمن سمجھتی رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم پاکستانیوں نے بھارت کے سوا کسی ملک کو کبھی اپنا دشمن جانا ہی نہیں۔ اسرائیل کو اپنے عرب بھائیوں کی وجہ سے تسلیم ہی نہیں کیا اور اسے کبھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ سابقہ سوویت یونین اور موجودہ روس کو اگرچہ کبھی پاکستان کا دوست نہیں سمجھا گیا لیکن اس سے مغائرت بھی بھارت کے حوالہ سے رہی۔ بہرحال' پاکستان کے دشمن ممالک کی اگر کوئی فہرست ہے تو اس میں بھی سب سے اوپر بھارت ہی تھا۔ راقم نے دشمنی کے حوالہ سے بھارت کے سرفہرست ہونے کا ذکر جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر ماضی کے صیغہ ''تھا'' میں کیا ہے' کیونکہ راقم کی رائے میں بھارت اگرچہ پاکستان کا ازلی اور پیدائشی دشمن تھا اور ہے لیکن فی الوقت ہمارے بدترین دشمنوں کی فہرست میں وہ پہلے نمبر پر نہیں رہا۔ یہ پوزیشن یقینی طور پر اب اسرائیل نے حاصل کر لی ہے۔ امریکہ اور بھارت میں سے پاکستان دشمنی میں کون سبقت لے جا رہا ہے' یہ فیصلہ کرنا فی الحال مشکل ہے البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ پاکستان دشمنی کے لئے بھارت کے کندھے استعمال کئے جائیں گے اور فرنٹ پر صرف بھارت ہوگا۔

پاکستان کے دشمنوں کی فہرست میں ترتیب کا یہ ردو بدل بلاوجہ اور اچانک نہیں بلکہ حالات اور زمانہ کے تغیر و تبدل کی وجہ سے ہوا ہے۔ آزادی کے بعد بھارت اور پاکستان میں دشمنی کی متعدد وجوہات تھیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں جب ہندوؤں کی جماعت کانگریس نے آزادی کی جدوجہد کو بھرپور انداز میں شروع کیا تو یہ بات واضح طور پر ان کے ذہن میں تھی کہ آنے والے جمہوری دور میں جب ''ون مین ون ووٹ'' کی بنیاد پر آزاد ہندوستان میں حکومت قائم ہو گی تو ہندو بلاشرکت غیرے پورے ہندوستان کا حکمران ہوگا اور ان کا یہ خواب پورا ہوگا کہ ہندوستان کے مسلمان بھی ہندو حکمرانوں کی رعایا بن سکتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کے قیام نے ان کے سارے خواب منتشر کر دیئے۔ ہندو کا اصل دکھ یہ تھا کہ مسلمان بھارت میں اقلیت میں ہونے کے باوجود ہندو اکثریت پر بزور بازو حکومت کرتے رہے لیکن جمہوری دور میں جب اکثریت کو حکمرانی ملنے کو تھی تو مسلم اقلیت جھٹ پٹ کپڑے جھاڑ کر الگ ہو گئی۔ کاش بھارت کا ہندو یہ سمجھ سکتا کہ اس میں سراسر قصور اس کا اپنا ہے۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات جیت کر کانگریس نے اپنا اندازِ حکمرانی ہندوستان کے مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا بلکہ اس کا مزہ بھی چکھا دیا تھا۔ روزمرہ زندگی میں بھی مسلمان ہندو کے رویہ کو نوٹ کر رہا تھا۔ راقم کی رائے میں ہندو کا یہ زخم وقت کے مرہم سے کچھ نہ کچھ مندمل ہو گیا تھا۔ بہرحال یہ رنجش یک طرفہ تھی۔ مسلمان قیام پاکستان کو اپنی فتح سے تعبیر کر رہے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد کشمیر دونوں ممالک کے درمیان وجہ تنازع بنا رہا۔ راقم ان تجزیہ نگاروں سے صد فی صد متفق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انگریز نے جان بوجھ کر کشمیر کو دونوں ممالک کے درمیان متنازعہ بنایا۔ دو ایسی اقوام جو صدیوں سے اکٹھی رہتی تھیں' جن کا طرز بود و باش ایک جیسا تھا' جن کی سماجی زندگی میں اتنی مشابہت تھی کہ مذہبی لحاظ سے بالکل مختلف ہونے کے باوجود ان کی علیحدہ شناخت بہت مشکل تھی ان کے بارے میں انگریز کو خدشہ تھا کہ کہیں آنے والے وقت میں یہ دونوں ایک متحدہ قوت بن کر سفید سامراج کے مدمقابل نہ آ جائیں۔ لہٰذا انگریز نے ہندوستان تو خالی کر دیا لیکن ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کے اصول سے خود بھی فائدہ اٹھاتا رہا اور اس کا حواری امریکہ بھی مستفید ہوتا رہا۔

ہندوستان اور پاکستان اس مسئلہ پر تین جنگیں لڑ چکے ہیں اور آج بھی اسی وجہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور اپنے وسائل اور اپنی توانائیاں اپنے عوام کی خوشحالی پر خرچ کرنے کی بجائے جنگ کا ایندھن بنانے میں استعمال کر رہے ہیں۔ بھارت اور پاکستان کی نئی نسل صرف مسئلہ کشمیر کی وجہ سے ایک دوسرے کو دشمن سمجھتی ہے۔ پاکستان کے وجود سے دشمنی اب صرف ایڈوانی اور واجپائی جیسے بوڑھے کھوسٹ کے دلوں میں رہ گئی ہے۔ اگر مسئلہ کشمیر کسی نہ کسی طرح حل ہو جائے' راقم ''کسی نہ کسی طرح'' پر خصوصی زور دے گا تو ہمیں یقین ہے کہ یہ دشمنی اگر دوستی میں تبدیل نہ ہو سکی تو کم از کم ختم ضرور ہو جائے گی۔ اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان بھارت دشمنی اب صرف مسئلہ کشمیر کی وجہ سے ہے اور یہ مسئلہ پیچیدہ ہونے کے باوجود ناقابل حل نہیں ہے' صرف وسعت قلبی اور نئے حقائق کے ادراک کی ضرورت ہے —— وگرنہ بنگلہ دیش کا پاکستان سے الگ ہونا پاکستانیوں کے لئے ایک عظیم اور کربناک المیہ تھا لیکن ہم نے جلد حقیقت کو سمجھ لیا۔ بنگلہ دیش کے حالیہ انتخابات میں پاکستان دشمن خاندان کو بری طرح مسترد کر دیا گیا اور عوام کے ووٹوں سے ایک پاکستان دوست حکومت منتخب ہو گئی۔ دونوں ملکوں کے عوام بڑی محبت سے ایک دوسرے کو ملتے ہیں۔

آیئے اب امریکہ اور اسرائیل کی پاکستان دشمنی کی وجوہات تلاش کرنے کی کوشش کریں! بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں امریکہ ایک عالمی قوت بن چکا تھا لیکن اس کے عالمی قوت بننے کا ابھی اظہار نہیں ہوا تھا۔ انگریز کی قوت اور جرمن کی وحشت کا ہر طرف چرچا تھا۔ ہٹلر کو شکست کے آثار نظر آنے لگے تو اس نے کہہ دیا کہ جرمن اگر شکست کھا بھی گئے تو انگریزوں اور امریکیوں سے نمٹنے کے لئے سوویت یونین کو چھوڑ جائیں گے۔ انگریزوں کو جنگ عظیم دوم نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ اس کے لئے انگلستان واپس پلٹ جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ امریکہ نے ایٹمی اسلحہ کی ٹیسٹنگ اور مستقبل میں مدمقابل بننے والی سپر پاور سوویت یونین کو آغاز ہی میں خوفزدہ کرنے کے لئے ہیروشیما اور ناگاساکی کو آگ کے گڑھوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ ''گربہ کشتن روز اول'' کے اصول پر سوویت یونین سے معاملہ کرنا چاہتا تھا۔ امریکہ سوویت یونین کے اشتراکی نظام کو اپنے سرمایہ دارانہ نظام کے لئے خطرہ سمجھتا تھا۔ اشتراکیت چونکہ بے خدا اور لامذہب نظام ہے لہٰذا امریکہ نے اس کے خلاف مذہب کا کارڈ استعمال کیا اور مختلف ممالک اور ان کی جماعتوں سے مذہب کے نام پر تعاون حاصل کر کے بالآخر اشتراکیت کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ سب کچھ اس نے واحد عالمی قوت بننے کے لئے کیا اور وہ سوویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کر کے سپریم قوت بننے میں کامیاب ہو گیا۔

اب امریکہ کے دانشور سرمایہ دارانہ نظام اور امریکہ کے عالمی غلبہ کے لئے اسلام کو خطرہ قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے پالیسی سازوں اور ارباب اختیار نے ''یوٹرن'' لیا ہے اور مسلمان انہیں دہشت گرد نظر آنے لگے ہیں۔ امریکہ مسلم ممالک کے سربراہوں کی کنپٹی پر پستول رکھ کر اسلامی احیائی تحریکوں پر کریک ڈاؤن کروا رہا ہے۔ پاکستان میں اسلامی احیائی تحریکیں یقیناً گہری جڑیں رکھتی ہیں لہٰذا امریکہ چاہتا ہے اور ہر قیمت پر چاہتا ہے کہ

پاکستان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے ترکی یا کم از کم مصر کی طرز کا مسلمان ملک بنا دے جہاں فوج سیکولرازم کی محافظ بن جائے ــــ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو امریکہ پاکستان کا بدترین دشمن ہے' کیونکہ ماضی کی ہر سپر طاقت کی طرح امریکہ بھی اپنے عالمی غلبہ کو دوام بخشنا چاہتا ہے۔ اسے مستقبل بعید میں اسلامی تہذیب سے ٹکراؤ کے امکانات نظر آتے ہیں۔ اگرچہ پاکستان معاشی اور سیاسی لحاظ سے ایک انتہائی کمزور ملک ہے اور کرپشن جیسے انتہائی مہلک مرض نے اسے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پاکستان کے مسلمان بڑے جذباتی ہیں اور اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں ٹیلنٹ کی فراوانی ہے۔ لہٰذا جذبہ اور اہلیت کا جونہی مثبت استعمال ہوا' یہ قوم کوئی کارنامہ سرانجام دے سکتی ہے جس کے نتیجے میں کوئی اپ سیٹ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا امریکی منصوبہ یہ ہے کہ برائی کو جڑ بھی نہ پکڑنے دو اور آغاز ہی میں روند ڈالو۔ امریکہ کی پاکستان دشمنی کی صرف اور صرف یہی وجہ ہے۔ چنانچہ اس نے پاکستان کے حکمرانوں کو یہ ٹاسک دیا ہے کہ وہ زبانی جو چاہے کہتے رہیں لیکن عملاً پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنا دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حکمران "سب سے پہلے پاکستان" کا راگ الاپ رہے ہیں۔

راقم نے اس وقت اسرائیل کو پاکستان کا دشمن نمبر ایک قرار دیا ہے تو ایسا بلاوجہ یا بلا دلیل نہیں ہے۔ ایک مدت سے اسرائیل یہ جان چکا ہے کہ عربوں میں اس کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں لیکن عرب امت مسلمہ کے اہم ترین جز ہیں۔ مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات عرب کی سرزمین پر واقع ہیں۔ پاکستان کے مسلمان بڑے جذباتی ہیں اور اپنی بے عملی کے باوجود ارض مقدس کی بے حرمتی کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ پاکستان کی فوج پیشہ ورانہ مہارت میں اپنا سکہ منوا چکی ہے اور اس وقت ایسے ایٹمی اسلحہ سے لیس ہے جو تل ابیب کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے۔ گزشتہ دس سال میں امریکہ اسرائیل کے دباؤ پر پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے دست بردار کرانے کے لئے ہر حربہ اختیار کر چکا ہے۔ خود امریکہ کے لئے بھی کسی مسلمان ملک کا ایٹمی صلاحیت کا حامل ہونا باعث تشویش ہے۔ امریکی آشیر باد پر اسرائیل کم از کم نصف درجن مرتبہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر اچانک حملہ کرنے کا پروگرام بنا چکا ہے' جو اللہ کے فضل اور آئی ایس آئی کے چوکنا ہونے کی وجہ سے ناکام ہوگیا۔ اب اسرائیل چاہتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف بننے والی عالمی کولیشن سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور اپنی سلامتی کو درپیش اس خطرہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کرلے۔ پاکستان کے حکمران جو خالصتاً سیکولر سوچ رکھتے ہیں اور صرف دنیوی معاملات اور حالات کو سامنے رکھ کر فیصلے کرتے ہیں' انہوں نے امریکہ کو مطمئن کرنے کے لئے اپنے مسلمان افغان بھائیوں کے قتل عام میں اس سے تعاون کیا اور بھارت کو مطمئن کرنے کے لئے کشمیر پر یوٹرن لیا لیکن وہ ایٹمی قوت سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ وہ اسے پاکستان کی سلامتی کی ضمانت سمجھتے ہیں۔

اس صورت حال سے اسرائیل مطمئن نہیں اور وہ بھارت کو اکسا کر جنگ کی طرف دھکیل رہا ہے۔ اسرائیل کو اپنی سلامتی کے حوالہ سے اطمینان نہ ہوا تو وہ جنگ کروا کر رہے گا۔ بدقسمتی سے اس وقت بھارت میں دو ایسے بوڑھے بااختیار اور مقتدر ہیں جو قیام پاکستان کے صدمہ سے ابھی تک نجات حاصل نہیں کرسکے اور اسرائیل اس سنہری موقع کو گنوانا نہیں چاہتا۔ راقم اپنے گزشتہ ہفتہ کے کالم کی آخری سطور کو دہرانا ضروری سمجھتا ہے کہ "اس لئے عین ممکن ہے کہ بھارت کی افواج کی واپسی سے پہلے کشمیر یا میں کسی دہشت گردی کا واقعہ ہو اور جنگ چھڑ جائے۔" تازہ ترین اطلاعات کے مطابق کولکتہ میں امریکن سینٹر کے سامنے دہشت گردی کا واقعہ ہوا ہے اور بھارت اس کا الزام پاکستان پر لگا چکا ہے۔ اسرائیل خطے کو جنگ کی طرف دھکیل رہا ہے' بھارت خواہش کے باوجود ہچکچا رہا ہے جبکہ امریکہ کو کچھ تحفظات ہیں۔ وہ گرین سگنل دینے سے پہلے اپنے مفادات کا مکمل تحفظ چاہتا ہے ــــ اس خطے پر آتش و آہن کی برسات برسنے کو ہے جو مزید موخر تو ہوسکتی ہے لیکن ہمیشہ کے لئے ٹل نہیں سکتی!

بقیہ : منبر و محراب

کر دیا جائے اور سکولوں اور کالجوں میں دینی علم کا عنصر بڑھایا جائے۔ البتہ ہونا یہ چاہئے کہ کم از کم ہائی سکول لیول تک یہ دونوں نظام ایک ہو جائیں' جیسا کہ سعودی عرب میں ہے۔ وہاں ہائی سکول تک دینی اور دنیاوی تعلیم کا یکساں نظام ہے۔ اس کے بعد جو عالم دین بننا چاہے بنیں۔ وہ اصول دین یا کلیۃ الشریعہ میں جاتے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر اور انجینئر بننے والے اپنے اپنے شعبوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا اس ضمن میں حکومت کے حالیہ اقدامات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

البتہ ان اصلاحات کی آڑ میں ہماری حکومت اگر ملک کو سیکولرازم کی طرف لے جانا چاہتی ہے تو اسے جان لینا چاہئے کہ اولاً تو یہ ممکن نہیں' کیونکہ پاکستان ترکی یا مصر نہیں بن سکتا۔ پاکستان کا اپنا ایک پس منظر یا Genesis ہے' ایک تاریخ ہے۔ اگر خدانخواستہ اسے خالص سیکولر سٹیٹ بنا دیا گیا تو یہ ختم ہو جائے گا' باقی نہیں رہ سکتا۔ پاکستان کا Raison D'etre یعنی جواز صرف اسلام ہے۔ یہ اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے۔ ترکی یا مصر میں ترک قوم پرستی' عرب قومیت یا لسانی قومیت سے ان کی شناخت باقی رہ سکتی تھی۔ لیکن پاکستان میں کوئی نسلی یا لسانی قومیت موجود نہیں ہے۔ ان چاروں صوبوں کو جوڑ کر رکھنے والی شے صرف اسلام ہے۔ اس حوالے سے اگر تو مشرف صاحب واقعتاً مدارس اور مساجد کی اصلاح چاہتے ہیں اور انہیں سیاست سے پاک کرنا چاہتے ہیں تو میں ان کی تائید کروں گا بشرطیکہ حکومت کے لیول پر دین اور مذہب کو ایک کر دیا جائے۔ اگر آئین میں ترامیم کے ذریعے ملکی سطح پر دین و سیاست کو یکجا کر دیا جائے اور قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دے دیا جائے تو مساجد و مدارس میں سیاسی مسائل زیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اگر کچھ دوسرے اسلامی ممالک نے سیکولرازم کو قبول کر بھی لیا ہے تو پاکستان میں یہ نہیں چلے گا۔ اس لئے کہ پاکستان مشیت ایزدی سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور پوری دنیا کے لئے ایک مینار روشنی بننے کے لئے قائم ہوا ہے۔ اگرچہ ہماری کوتاہیوں کے باعث اس میں بہت تاخیر ہوگئی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ کے عذاب کا کوئی کوڑا ہماری پیٹھ پر آ برسے۔ لیکن یہ کہ اول تو پاکستان کو سیکولرائز کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہوگی' بلکہ جو کوشش کرے گا اور ارادہ خداوندی سے ٹکرائے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔ ہاں' اگر خدانخواستہ اہل پاکستان کے لئے عذاب الٰہی کا فیصلہ ہوگیا ہے تو دوسری بات ہے۔ اس صورت میں یہ ہوسکتا ہے کہ صدر مشرف پاکستان کے گورباچوف بن جائیں اور پاکستان کا خاتمہ ان کے ہاتھ سے اسی طرح ہو جائے جس طرح گورباچوف کے ہاتھوں گریٹ USSR تحلیل ہو گیا تھا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ ہماری مہلت عمل کو ختم کرنے کا فیصلہ صادر کر دے۔ پھر یہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اسے Secular بنائے اور یہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر ختم ہو جائے۔

اسی طرح مساجد کے ضمن میں لاؤڈ سپیکر کا معاملہ ہے۔ لاؤڈ سپیکر کا واقعی جس طرح بے جا استعمال ہوتا ہے اسے ختم ہونا چاہئے۔ ہوتا یہ ہے کہ مسجد میں چند لوگ ہیں' لاؤڈ سپیکر لگا ہوا ہے اور پورے محلے کو جگایا ہوا ہے' یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ مسجدوں کے اندر ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ آواز مسجد کے اندر رہے۔ تاہم نماز جمعہ کے ساتھ لاؤڈ سپیکر پر اردو تقریر کی اجازت برقرار رہنی چاہئے۔

مخلوط طرز انتخابات:

اگرچہ مخلوط طرز انتخاب کا حکومتی فیصلہ نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ نہیں ہے تاہم ایک مسلمان اکثریتی آبادی کے ملک میں اس فیصلے سے کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوگا۔ البتہ مستقبل میں اگر یہ اصول انتخابات کے علاوہ دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں بھی لاگو کیا گیا تو تشویش کی بات ہوگی۔ انتخابات میں امیدوار کے لئے گریجوایشن کی شرط بالکل درست ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اگر امیدوار کی عمر چالیس سال اور ووٹر کی عمر پچیس سال مقرر کر دی جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ خواتین کی مخصوص نشستوں کی بحالی اور اس میں اضافے کا معاملہ دراصل قاہرہ اور بیجنگ پلس فائیو کانفرنسوں کے دجالی ایجنڈے کی تکمیل کا آئینہ دار ہے جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

قندھار کا نو آباد قبرستان

عرفان صدیقی

برسوں بعد مہذب دنیا کے بڑے بڑے راہنما کابل کا دورہ کر رہے ہیں۔ حامد کرزئی چغے بدل بدل کر مرصع انگریزی میں انہیں خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ کروڑوں ڈالر کے منجمد اکاؤنٹس واگزار ہو رہے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی' علم و حکمت اور ترقی و خوشحالی کے سحر میں مبتلا اہل پاکستان کو اس بات سے کیا واسطہ کہ طالبان سے محروم افغانستان کس حال میں ہے! لیکن معتبر امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے اپنی ایک مفصل رپورٹ میں بتایا ہے کہ قندھار کے کوچہ و بازار اداس ہیں اور لوگ ابھی تک اپنے مردِ جری کو نہیں بھولے۔ گئے دنوں کی یادیں انہیں اب بھی ستاتی اور خون کے آنسو رلاتی ہیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ شہر سے ذرا دور' ایک گلی کے سرے پر کبھی ایک وسیع میدان ہوتا تھا لیکن اب وہ تازہ قبروں سے بھر گیا ہے۔ یہ قبریں عربوں' پاکستانیوں اور دیارِ غیر سے آنے والے ان ''دہشت گردوں'' کی ہیں جو پچھلے دو تین ماہ میں امریکی انصاف کی بھینٹ چڑھ گئے۔ نئی نویلی ۷۴ قبروں میں سوئے ان اجنبیوں کو کبھی غیریت اور تنہائی کا احساس نہیں ہوتا۔ وہاں ہمہ وقت ایک جشن کا سماں رہتا ہے۔ لوگ اپنے بیمار بچوں اور عزیزوں کو لے کر یہاں جمع ہوتے' مغفرت کی دعائیں مانگتے' قبروں پر رکھے چھوٹے چھوٹے خوبصورت گول پتھروں کو نسخہ شفا جان کر اپنے جسموں سے مس کرتے اور نیک پاک روحوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ دن طلوع ہوتے ہی قندھار کے لوگ اس مقدس قبرستان کا رخ کرتے' سنگ ہائے مزار کو بوسے دیتے اور تسکین پاتے ہیں۔ نوعمر لڑکوں کے غول پاس پڑوس کی گلیوں میں گھات لگا کر کھڑے رہتے ہیں۔ جونہی کوئی غیر ملکی تصویریں بنانے اس قبرستان میں آتا ہے' اس پر نامعلوم سمتوں سے پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

ایک عرب ''دہشت گرد'' کی قبر کے سرہانے بیٹھے پینسٹھ سالہ بوڑھے' شیر محمد نے روتے ہوئے کہا: ''یہ ساری قبریں میرے بچوں کی ہیں' ساری کی ساری۔ میرا اور ان کا رشتہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے قائم کیا ہے''۔

قندھار میں تین ہزار امریکی سپاہیوں کی موجودگی کے باوجود امن و امان کی صورتِ حال انتہائی تشویشناک ہے۔ خوف کے گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال۔ مختلف وار لارڈز کے مسلح دستے دندناتے پھر رہے ہیں۔ گورنر گل آغا فرعونیت اور بربریت کی علامت کے طور پر مشہور ہے۔ پینتیس سالہ عبدالہادی کا کہنا ہے: ''ہمیں آزادی یقیناً اچھی لگتی ہے لیکن جان اور مال کا تحفظ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ طالبان کے زمانے میں ہم اور ہماری عورتیں بلاخوف و خطر جہاں جی چاہے آتے جاتے تھے' چاہے دن ہو چاہے رات۔ اب ہم اپنی کلاشنکوفیں اپنے سرہانے رکھ کر سوتے ہیں۔ اب ہم موسیقی سن سکتے ہیں اور ڈاڑھیاں منڈوا سکتے ہیں لیکن گانوں سے پیٹ نہیں بھرتا۔ کوئی ہم سے پوچھے کہ انتہا پسندی بہتر ہے یا بے یقینی اور عدم استحکام' تو ہم کہیں گے ''انتہا پسندی''۔ میرویس ہسپتال کے نرسنگ سکول کی ایک طالبہ نے کہا: ''طالبان کے زمانے میں ہمارے سکول کی لڑکیاں پردے میں رہتی تھیں۔ انہیں ایسی بسوں میں لایا جاتا تھا جن کی کھڑکیوں پر بھی پردے تھے۔ موسیقی اور پارٹیوں کی بھی اجازت نہ تھی۔ اب سکول کے اندر کا ماحول کافی کھلا ہے لیکن باہر کے حالات انتہائی خوف ناک ہیں۔ ہم بے حد پریشان ہیں۔ چاروں طرف مسلح غنڈے پھر رہے ہیں اور افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے''۔ اٹھارہ سالہ نرس طالبہ فاطرہ نے کہا ''مجھے ان بندوق برداروں سے نفرت ہے۔ میں تو صرف پڑھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنی عمر میں طالبان کے دور سے زیادہ مستحکم اور اچھا دور نہیں دیکھا۔ ''انتہا پسندی'' کے اس دور میں' میں کسی خوف و خطر کے بغیر پڑھ سکتی تھی۔ اب ایسا نہیں۔''

مجھے ''واشنگٹن پوسٹ'' ہی کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ ملا یار محمد اخوند بھی شہید ہو گیا۔ اس کی قبر بھی قندھار کے اسی نو آباد قبرستان میں ہے' جس پر مختلف رنگوں کے چھوٹے بڑے چمکیلے پتھر رکھے ہیں۔ قبر کے آس پاس لکڑی کے کھمبوں پر گوٹے کناری والے رنگا رنگ پرچموں کا جھرمٹ ہے۔ ایک بڑے سے پرچم پر پشتو زبان میں لکھا ہے: ''یہ یار محمد خان اخوند کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس نے بچپن ہی سے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ وہ سال ہا سال تک روسیوں سے لڑتا رہا۔ اس نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں۔ وہ سٹنگر میزائل چلانے کے فن میں یکتا تھا۔ اس نے طالبان کے ساتھ مل کر اسلام دشمنوں کے خلاف جہاد کیا۔ اس نے ہرات میں بیس مدرسوں کی بنیاد رکھی۔ وہ کافروں سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ اللہ اس کی مغفرت کرے''۔

چھیالیس سال کی عمر میں شہادت پانے والا یہ مجاہد قندھار کے نئے قبرستان میں ''مانوس اجنبیوں'' کے کندھے سے کندھا ملائے گہری نیند سو رہا ہے۔ ''بتانِ رنگ و خوں'' سے پاک یہ قبرستان قندھار والوں کی آماجگاہ ہے۔ وہ ساری قبروں پر جھاڑو لگاتے' سب کو خوبصورت پتھروں کی مالائیں پہناتے' سب کو پرچموں سے سجاتے' سب کے لئے دعائیں مانگتے' سب کی پاک روحوں کی خوشنودی چاہتے ہیں ـــــ لیکن عرب نوجوانوں کی قبریں انہیں بہت عزیز ہیں۔ ریڑھا کھینچنے والے بوڑھے شیر محمد نے کہا: ''یہ میرے رسولؐ کے گھر سے آئے ہوئے مہمان تھے''۔

(بشکریہ: روزنامہ ''نوائے وقت'' ۲۰ جنوری ۲۰۰۲ء)

تنظیم اسلامی لاہور کے دفاتر کی منتقلی

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے تمام دفاتر 4- اے مزنگ روڈ' لاہور سے 3- ریواز گارڈن' لاہور منتقل ہو گئے ہیں۔ رفقاء و احباب نوٹ فرما لیں۔

نئے فون نمبر یہ ہیں: 7353987' موبائل نمبر: 0333-4244724' 0300-9487080

انتقال پرملال

☆ تنظیم اسلامی کراچی کے بزرگ رفیق جناب عبدالخالق چاندنہ وفات پا گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی حلقہ سندھ (زیریں) کے ناظم مکتبہ جناب عبدالواحد عاصم کے والد انتقال کر گئے ہیں۔

قارئین سے ان دونوں اصحاب کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللھم اغفر لھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتک

تنظیمی اطلاع

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کے امیر جناب محمد فہیم نے اپنی خرابیٔ صحت کے باعث اس ذمہ داری سے معذرت کی ہے۔ ان کی جگہ نائب امیر تنظیم اسلامی نے جناب احسان الودود کو اس منصب پر فائز کیا ہے۔

سود سے پاک بینکاری

حبیب بینک کے شعبہ اسلامی بینکاری سے وابستہ جناب انوار احمد مینائی کا مراسلہ

"یہ بات اس سے پہلے بھی عرض کی جاچکی ہے کہ ہماری رائے میں اسلام کی حقیقی معاشی تعلیمات پر مبنی اقتصادی نظام خالص اور ٹھوس انداز میں ایک مکمل انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ حالات میں قانونی اور حکماتی سطحوں پر ایسی مشکلات ہیں کہ نہ صرف کسی مالیاتی ادارے کے لئے بلکہ افراد کے لئے بھی شرعی قوانین کے عین مطابق کاروبار کرنا تقریباً محال ہے۔

کاروبار کی ہر سطح پر رشوت' سود اور جھوٹ گویا ایک امرِ مسلم ہیں۔ مرکزی و صوبائی حکومتوں کی سطحوں پر ٹیکسوں کا ایک طومار ہے جو براہِ راست یا بالواسطہ ٹیکس کے نام پر لوگوں کو جھوٹ بولنے پر مجبور کرتا ہے۔ ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں کرپشن اس پر مستزاد ہے۔ ان سب سے نجات کے بغیر اسلام کے عادلانہ نظامِ معیشت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اور یہ کام ایک ہمہ گیر انقلاب ہی سے ممکن ہے۔ زیر نظر مراسلہ بھی انہی خیالات کی تائید کرتا ہے۔" (ادارہ)

جناب حافظ عاکف سعید

مدیر ہفت روزہ "ندائے خلافت"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۱۹۹۶ء سے شعبہ اسلامی بینکاری سے وابستہ ہوں جبکہ اس موضوع سے میری دلچسپی کوئی ۳۲ سال پر محیط ہے۔ کل ایک صاحب نے مجھے آپ کا ہفت روزہ (جلد ۱۰ شمارہ ۴۹) لاکر دیا جس میں المیزان بینک کے طریقہ کار کے بارے میں مواد شامل ہے۔

مارچ ۲۰۰۰ء میں حبیب بینک کے شعبہ بینکاری سے وابستہ ہونے کے بعد مجھے بینک دولت پاکستان میں کام کرنے والے ٹرانسفارمیشن کمیشن برائے مالیاتی نظام کے اجلاسوں میں شرکت اور کئی مسائل پر مفتی رفیع عثمانی صاحب سے تبادلہ خیال اور ان کی رائے سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ اسلامی بینکاری اور ان بینکوں کے طریقہ کار کے بارے میں جو اسلامی بینکاری کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں' میں کچھ معروضات آپ کو تحریری طور پر بھجوا رہا ہوں اور ممنون ہوں گا اگر آپ ان کو اپنے موقر ہفت روزہ میں شائع فرماسکیں۔

چونکہ ملک عزیز میں بینکاری کا نظام ایک عرصے سے خالصتاً سودی بنیادوں پر استوار ہے اور لوگ اس سے پوری طرح واقف اور مانوس ہیں لہٰذا محض دو یا تین اسلامی بینکوں کے لئے جن کی شاخوں کی مجموعی تعداد ابھی تک ۵۰ بھی نہیں ہے' یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ پورے نظام بینکاری میں کوئی انقلابی تبدیلی لاسکیں۔ اس کے برعکس ان بینکوں کو فی الواقع یہ مجبوری درپیش ہے کہ وہ اپنا طریقہ کار اس طرح وضع کریں جو سودی معاملات کے طریقہ کار سے قریب ہو تاکہ بینک کے گاہکوں کو بینکاری کی سہولتیں کم و بیش اسی طریقے سے میسر ہوں جس کے وہ ایک عرصے سے عادی ہیں۔ یہ بھی ضروری تھا کہ تبدیلیاں نہ صرف بتدریج ہوں بلکہ ان کو روبہ عمل لانے میں گاہک یا بینک کا کوئی مالی نقصان بھی نہ ہو۔ اسلامی بینک اپنی اصل میں کاروباری ادارے ہیں جن کا مقصد منافع کا حصول ہے اور ان کو سابقہ زیادہ تر انہی گاہکوں سے ہے جو سودی طریقوں سے کام کرنے کے عادی ہیں۔

یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ شریعت منافع کمانے کے جائز اور ناجائز طریقوں میں امتیاز کرتی ہے اور اسلامی بینکوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ محض منافع کی خاطر شریعت کے مسلمہ اصولوں کو پامال کردیں۔

ٹرانسفارمیشن کمیشن کے سامنے بھی یہ مسئلہ درپیش تھا کہ کسی معاملے کے شریعت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے کوئی معیار مقرر ہوتا کہ علمائے دین کے علاوہ بینکوں کے آڈیٹرز اسی معیار کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ بینک کے معاملات کس حد تک شریعت کے مطابق ہیں۔ ٹرانسفارمیشن کمیشن نے ایک اہم کام یہ کیا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے قابل قبول طریقہ ہائے تمویل مثلاً اجارہ' استصناع' سلم' مرابحہ' مساومہ' مشارکہ اور مضاربہ کے شرعی لوازمات کو تحریری شکل دے دی ہے اور اپنی نگرانی میں ایسے معاہدے مرتب کروادیئے ہیں جن میں ان لوازمات کی مکمل رعایت رکھی گئی ہے۔ میرے علم میں بینک دولت پاکستان نے تاحال یہ معلومات بینکوں کو مہیا نہیں کی ہیں لیکن اگر اسلامی بینک چاہیں تو یہ معلومات اور معاہدے بینک دولت پاکستان سے حاصل کرسکتے ہیں۔

اس نسبتاً طویل تمہید کے بعد میں ان معاملات کے بارے میں کچھ اصولی باتیں عرض کرتا ہوں' جن کا تذکرہ جناب شجاع الدین شیخ نے کیا ہے۔

۱) جہاں تک قبضے کے بغیر سامان کی فروخت کا تعلق ہے تو یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ یہ اعتراض عموماً مرابحہ کے معاملات پر کیا جاتا ہے۔ مرابحہ چونکہ خرید و فروخت کا معاملہ ہے لہٰذا علماء نے ہمیشہ اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اس پر بیع کے تمام احکام جاری ہوتے ہیں جس میں قبل از فروخت کسی شے کی ملکیت اور قبضہ ہونا ضروری ہیں۔ پاکستان میں کام کرنے والے اسلامی بینکوں نے قبضے کی شرط پوری کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جس گاہک کو سامان کی فروخت مقصود ہوتی ہے اسی کو بینک کا وکیل بنا دیا جاتا ہے اور معاملے کی ابتداء میں وہ گاہک بطور بینک کے وکیل مطلوبہ اشیاء خرید کر ان کا قبضہ لیتا ہے۔ بدقسمتی سے ٹیکس کے بعض قوانین کے سبب اسلامی بینک سامان کی خرید کا اندراج اپنی کتابوں میں نہیں کرتے۔ نتیجتاً وہ فروخت کا اندراج بھی کتابوں میں اس طرح نہیں کرتے جس طرح ایک کاروباری ادارے کو کرنا چاہئے۔ اس تسامح کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملے کی تکمیل کے بعد ایک غیر جانبدار آڈیٹر کے لئے یہ اطمینان حاصل کرنا کہ مرابحہ کا معاملہ محض کاغذات کی نمائشی خانہ پری تک محدود نہ تھا بلکہ فی الواقع کوئی اشیاء خرید کر ان کی ملکیت حاصل کرنے اور قبضہ لینے کے بعد ہی بینک نے اپنے گاہک کو وہ سامان فروخت کیا' اگر ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت تو اس بات کی ہے کہ اسلامی بینک سامان کی خرید اور اس کی فروخت' ہر دو کا اندراج اپنی کتابوں میں اس طرح کرے کہ جس طرح کوئی بھی کاروباری ادارہ کرتا ہے۔ مگر جب یہ کیا جائے گا تو قوانین کی پاسداری کرنے کے سبب بینک کو اور اس کے گاہک کو مالی نقصان بھی ہوگا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ایک اسلامی بینک یا تو ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرے (جو میری ناقص رائے میں گناہ کے زمرے میں آئے گی کیونکہ یہ قوانین مصالح عامہ کے پیش نظر بنائے گئے ہیں) یا پھر ان قوانین میں تبدیلی کی جدوجہد کرے' اور جب تک حسب منشا تبدیلی نہ ہو تب تک مرابحہ کے معاملات میں بیع موجل کا طریقہ نہ استعمال کرے یا پھر قوانین کی پاسداری کے نتیجے میں مالی نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔

بعض اسلامی بینک کوشش کرتے ہیں کہ سامان کی خرید کے لئے گاہک کو وکیل نہ بنائیں بلکہ مجوزہ سامان یا تو راست خریدیں یا تیسرے فریق کو وکیل بنائیں۔ کچھ نے یہ کیا ہے کہ اگر وکیل گاہک ہو تب بھی قیمت خرید کی ادائیگی اس فریق کو براہ راست کرتے ہیں جو وکیل کو سامان مہیا کر رہا ہو۔ اگر یہ دونوں چیزیں ممکن نہ ہوئیں تو اس بات کی کوشش کی گئی کہ بعد از فروخت گاہک کے مال خانے کے اندراجات کا معائنہ کر کے یہ اطمینان کر لیا جائے کہ بطور وکیل اس نے بینک کے لئے جس سامان کی خریداری کی اور بعد میں بطور گاہک بینک سے وہ سامان خریدا اور تحریری اقرار نامے میں اس کی تصدیق کی' وہ واقعی اس کے مال خانے میں پہنچا اور اس کا اندراج کیا گیا۔ موخر الذکر طریقہ طول عمل اور وقت طلب تو ہے لیکن اس بات کا اطمینان کسی حد تک ہو جاتا ہے کہ واقعی کوئی اشیاء خریدنے کے بعد بینک نے ان کو فروخت کیا۔

اب جو اصحاب چاہیں وہ المیزان بینک یا دیگر اسلامی بینکوں سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ مرابحہ کے معاملات میں سامان کی عملی طور پر خریداری کا اطمینان کیسے کرتے ہیں۔ ان کے جواب کی روشنی میں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ بینک اپنے اسلامی بینکاری کے دعوے میں کتنا مخلص ہے۔

۲) وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ چند مستند مقامی علماء پر مشتمل ایک ایسا ادارہ قائم ہو جسے موقر آڈیٹرز کی امداد اور تعاون بھی حاصل ہو اور اس سے چند ایسے افراد بھی وابستہ ہوں جو بینکاری کے معاملات کو پوری طرح سمجھتے ہوں۔ اس کے بعد اسلامی بینکوں کے لئے یہ لازم قرار دیا جائے کہ وہ اپنے کاروباری معاملات کی شریعت سے مطابقت کے بارے میں اس ادارے سے تصدیق حاصل کریں اور اس ادارے سے وابستہ افراد و علماء کو بینک کے معاملات کی تدقیق و تفتیش کے لئے وہی اختیارات اور سہولتیں حاصل ہوں جو External Auditors کو حاصل ہیں۔

یہ عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں بینک دولت پاکستان میں کوئی ایسا شعبہ قائم ہو جائے جو بینکوں کے شریعہ امور کی نگرانی کرے اور جسے مستند علماء کی خدمات بھی حاصل ہوں۔ تاہم جب تک یہ نہیں ہوتا' نجی طور پر کسی ایسے ادارے کے قیام کی اشد ضرورت ہے جو بے لاگ طریقے سے یہ فیصلہ کر سکے کہ اسلامی بینکاری کا دعویٰ کرنے والے کسی بھی بینک کے معاملات کس حد تک شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ یہ ادارہ تدقیق کے علاوہ اسلامی بینکوں کی رہنمائی بھی کر سکتا ہے تاکہ وہ اپنے معاملات کو شریعت کے مطابق انجام دیں اور عوام الناس اس ادارے کی تصدیق کی روشنی میں سرمایہ کاری کے فیصلے کر سکیں۔

لمحۂ فکریہ

پتنگ بازی' ایک قاتل کھیل

سردار اعوان

اس وقت جبکہ حکومت کی تمام تر توجہ سرحدوں پر بھاری افواج کی بھاری تعداد میں موجودگی کے سبب ملک کے دفاع اور دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کم کرانے پر مرکوز ہے۔ معمول کے چھوٹے چھوٹے مسائل سامنے لانا بظاہر بے وقت کی راگنی شمار ہو گی لیکن ان حالات کے باوجود حکومت چونکہ خود ایک نیا سماجی اور سیاسی ڈھانچہ استوار کرنے میں بھی سرگرم عمل ہے اس لئے ایک ایسے سماجی مسئلہ کی جانب حکومتی توجہ مبذول کرانا بے جا نہ ہو گا جو لوگوں کی خاصی بڑی تعداد کے لئے پریشانی اور تشویش کا موجب ہے۔ یہ مسئلہ بسنت کے موقعہ پر ہونے والی پتنگ بازی کا ہے جس کی سنگینی کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ سال صرف ایک دن' ۱۲ فروری کے اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق تین جان لیوا واقعات ہوئے جبکہ زخمی ہونے والوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ ان میں ایک تین سالہ بچہ جو موٹر سائیکل پر آگے بیٹھا باپ کے ساتھ جا رہا تھا' پتنگ کی ڈور سے شہ رگ کٹ جانے سے ہلاک ہو گیا۔ دوسرا ایک اٹھارہ سالہ نوجوان چھت پر کھڑا تھا کہ پتنگ بازوں کی فائرنگ سے آنے والی اندھی گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا اور تیسرا' ایک سولہ سالہ لڑکا پتنگ پکڑتے ہوئے کرنٹ لگنے سے ہلاک ہوا۔

بعض کھیل یقیناً ایسے ہوتے ہیں جن میں حصہ لینے والے کو بعض اوقات جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں' مگر پتنگ بازی کے سوا شاید ہی دنیا میں کوئی کھیل ہو جس سے کھلاڑیوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہوتا ہو۔ معاشرے کو تمام برائیوں سے پاک کرنے اور پاکستان کو ''عالمی برادری'' میں موزوں مقام دلانے کے لئے موجودہ حکومت نے حال ہی میں جس عزم کا اظہار کیا ہے اور بھرپور انداز میں اس جانب عملی اقدامات کا آغاز کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ حکومت کو ایک صاف ستھرا' پرسکون اور پرامن معاشرہ قائم کرنے میں کامیابی حاصل نہ ہو' لہٰذا امید کرنی چاہئے کہ حکومت بروقت کارروائی کر کے اس سال پاکستان کے عوام کو کم از کم پتنگ بازی سے ہونے والے جانی اور مالی نقصان سے دوچار نہیں ہونے دے گی!

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS

NTN

BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

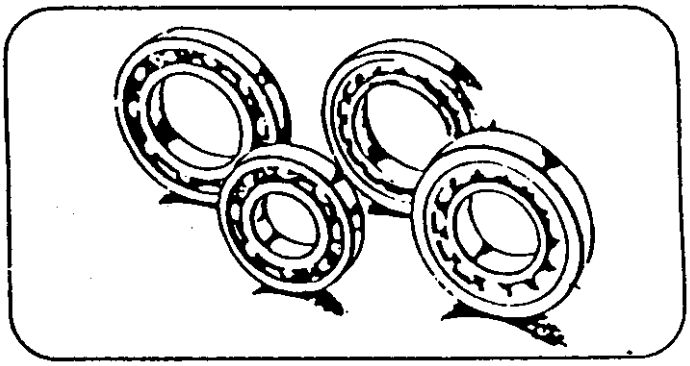

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box # 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735803
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

امریکہ' پاکستان اور شمالی اتحاد

شمالی اتحاد اور صدر پرویز مشرف میں اس اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں کہ دونوں نے امریکہ کی حالیہ مہم میں اس کے غلاموں جیسا کردار ادا کیا ہے۔ امریکہ نے ان کو الگ الگ امور تفویض کئے اور دونوں نے بطریقۂ احسن اپنی اپنی ذمہ داریاں سرانجام دی۔ امریکہ ایک آزاد ملک ہے۔ وہ اپنے معاملات ایک آزاد ذہن کے ساتھ سوچتا ہے اور پھر اسی کے مطابق منصوبہ بندی کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے جبکہ صدر ربانی ہوں یا صدر پرویز مشرف' دونوں غلام ہیں۔ لہٰذا وہ امریکہ کی ہر بات کو ماننے پر مجبور ہیں۔ غلامی میں انسان کی ذہنی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ذہنی اعتبار سے یہ دونوں ہی غلام ہیں' البتہ شکل و صورت کے اعتبار سے دونوں میں جو نمایاں فرق ہے وہ یہ کہ ایک داڑھی والا غلام ہے اور دوسرا بغیر داڑھی کے۔ یہ اُن کی غلامانہ ذہنیت ہی کی عکاسی ہے کہ اُمت مسلمہ پر اتنا بڑا سانحہ ہو گزرا لیکن یہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر مطمئن اور راضی بہ رضا امریکہ ہیں۔

امریکہ کی حالیہ مہم میں اگر ان غلاموں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو اگرچہ دونوں نے مقدور بھر کوشش کی کہ غلامی کے "تقدس" کو بٹہ نہ لگے لیکن جنرل پرویز مشرف کو زیادہ کریڈٹ جاتا ہے' اس لئے کہ اس "مردِ مجاہد" نے جن حالات میں "فریضۂ بندگی" کا حق ادا کیا ہے وہ حالات صدر ربانی کو درپیش نہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود شمالی اتحاد سرتاپا فائدے میں رہا اور جنرل پرویز مشرف کو قدم بقدم ناکامی ملی۔

شمالی اتحاد کو جو سب سے بڑی کامیابی ملی' وہ طالبان حکومت کا خاتمہ تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو امریکہ نے چاہا۔ اب مہم کے اختتام پر ان کو افغانستان کے اس نئے سیٹ اپ میں کوئی نمائندگی ملے ان کو ہر جگہ سے بے دخل ہونا پڑے' ان کا دیرینہ خواب پورا ہوا اور طالبان افغانستان سے ختم ہو گئے۔

شمالی اتحاد کے مقابلے میں جب ہم صدر پرویز مشرف کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ناکامی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کیونکہ جن مقاصد کے حصول کے لئے امریکہ کا ساتھ دیا گیا' ان کے حصول میں بری طرح ناکامی ہوئی۔ ۱۹ ستمبر کی نشری تقریر میں فوجی صدر نے قوم کے سامنے ان مقاصد کا اظہار کیا تھا: "کشمیر کاز' قومی سلامتی' ایٹمی تنصیبات کی حفاظت اور اقتصادی خوشحالی"۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ان مقاصد کے حصول میں جنرل پرویز مشرف کس حد تک کامیاب ہوئے۔

۱) کشمیر کاز

صدر پرویز مشرف کا کہنا تھا کہ "اگر ہم اس مہم میں عالمی طاقتوں کا ساتھ نہ دیں گے تو اس سے کشمیر کاز کو شدید دھچکا لگے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہی طاقتیں کشمیر میں آزادی کی جدوجہد کو دہشت گردی قرار دے کر اسے کچل دیں"۔

اب کشمیر کاز کو کتنا بڑا نقصان پہنچا ہے' اس کا اندازہ امریکہ کے ان بیانات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے جن میں وہ بھارت کو تسلی دے رہا ہے کہ افغانستان کے بعد کشمیر میں جاری دہشت گردی کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔ اپنی مہم کے بالکل ابتداء میں جہادی تنظیموں پر پابندی لگا کر امریکہ نے پاکستان کو متنبہ کیا تھا کہ وہ آگے کیا کرنے والا ہے۔ لیکن فوجی صدر پھر بھی امریکہ سے چمٹے رہے۔ اب کشمیر میں جاری جدوجہد آزادی تقریباً دم توڑ چکی ہے۔ صدر پرویز

مولانا غلام اللہ حقانی

مشرف سراسیمگی کی حالت میں مجاہدین کو کبھی جدوجہد آزادی کے سپاہی کہتے ہیں اور کبھی انہیں گرفتار اور نظر بند کر کے ان کو واقعتاً دہشت گرد ثابت کر رہے ہیں۔

۲) قومی سلامتی

اگرچہ مہم کی ابتداء میں بھی نظر آ رہا تھا کہ فوجی صدر کی یہ بات خود فریبی کے سوا کچھ نہیں' لیکن اس مرحلے پر تو صاف واضح ہو چکا ہے کہ قومی سلامتی تار تار ہو گئی ہے۔ طالبان کی وجہ سے شمال مغربی سرحد پر جو مکمل اطمینان تھا' آج وہاں جنگ کی سی کیفیت بنی ہوئی ہے۔ لہٰذا وہاں پاک آرمی کی بہت بڑی نفری تعینات کر دی گئی ہے۔

۳) اقتصادی خوشحالی

صدر پرویز مشرف کا خیال تھا کہ جس طرح خلیج کی جنگ میں مصر کے تمام قرضے مع سود معاف کر دیے گئے تھے ہمارے ساتھ بھی عالمی طاقتیں وہی معاملہ کریں گی مگر قرضوں کی ری شیڈولنگ اور زبانی جمع خرچ کے علاوہ کوئی حقیقی فائدہ نہیں ہوا۔ اس کے برعکس جنگی زون میں ہونے کی وجہ سے پاکستان کی برآمدات پر بہت برا اثر ہوا' جس سے ہمیں اربوں روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

٤) ایٹمی تنصیبات کی حفاظت

یہ نکتہ اس قدر واضح تھا اور ایک غبی شخص بھی اسے سمجھ سکتا تھا کہ امریکہ اس خطے میں یہ سب کچھ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو ختم کرنے کے لئے کر رہا ہے۔ چنانچہ اس صلاحیت کے حصول سے پہلے بھی امریکہ خوب چیخا تھا اور اب جبکہ پاکستان ایٹمی طاقت بن چکا ہے' تو امریکہ کا اولین ہدف یہی ہے کہ وہ پاکستان کو اس طاقت سے محروم کر دے۔ آج امریکہ اپنے اس مشن میں کامیاب نظر آ رہا ہے اس لئے کہ وہ اپنے جنگی ساز و سامان کے ساتھ ہمارے ملک کے ہوائی اڈوں اور بندرگاہ پر موجود ہے۔

جنرل پرویز مشرف' شمالی اتحاد کے مقابلے میں اس لئے بھی ناکام رہے کہ اس مہم کے حوالے سے اس نے جو تخمینے اور اندازے لگائے تھے' امریکہ نے ان کے برعکس عمل کر کے فوجی صدر کی توقعات پر پانی پھیر دیا۔ وہ تخمینے اور اندازے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱) "میں نے امریکی حکام سے کہا ہے کہ یہ مہم جلد از جلد ختم ہو۔" دوسرے روز صدر بش نے امریکی پریس کے سامنے اس بیان کا مذاق اڑایا کہ "جنرل پرویز مشرف کو کس نے یہ کہا ہے کہ یہ مہم جلد ختم ہو جائے گی"۔ آج بھی وہی حملے جاری ہیں اور جناب صدر نے چپ سادھ لی ہے۔

۲) "میں نے امریکی حکام سے کہا ہے کہ وہ بمباری فوجی اہداف تک محدود رکھے"۔ لیکن امریکہ نے سب سے زیادہ نشانہ سویلین آبادی کو بنا کر ہمارے صدر کی عزتِ نفس کو بری طرح مجروح کیا۔

۳) "میں نے امریکہ سے کہا ہے کہ رمضان میں بمباری بند ہونی چاہئے۔" پورے رمضان المبارک میں بمباری ہوتی رہی بلکہ افطاری اور سحری کے اوقات میں ان میں شدت آ جاتی۔

٤) "میں نے صدر بش سے کہا ہے کہ وہ شمالی اتحاد کو کابل میں داخل نہ ہونے دیں۔" لیکن دنیا نے دیکھا کہ شمالی اتحاد بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کابل میں داخل ہوا بلکہ پاکستان کے خلاف نعرہ بازی کر کے فوجی صدر کا "معزز پتلا" بھی نذرِ آتش کیا۔

یہ تو وہ نکات ہیں جو جنرل پرویز مشرف کے اقدامات سے قوم و ملت کو ناکامی کی صورت میں ملے۔ لیکن جو تباہی عذابِ الٰہی کی صورت میں آنے والی ہے' وہ اس سے کہیں بڑی ہوگی کیونکہ ملک کی باگ دوڑ سنبھالتے ہی موجودہ حکمرانوں نے اللہ کے مقابلے میں وہی رویہ اختیار کیا ہے جو قرآن نے مغضوب علیھم قوموں کا بیان کیا ہے۔ اللہ ہی کا کرم ہوا تو دوسری بات ہے ورنہ یہ ملک عذابِ الٰہی کی زد میں ہے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو!

ہم انتہا پسند!

پروفیسر حفیظ الرحمٰن احسن

(۱)

ہم ''فنڈامنٹلسٹ'' ہیں ہم ''انتہا پسند''
توحید ہے پسند ہمیں ' شرک ناپسند
تم ہو صنم پسند تو ہم ہیں خدا پسند
حق کے سوا نہیں ہے کوئی دوسرا پسند
پستی کے تم مکیں ' ہمیں اوجِ سما پسند
ہم انتہا پسند!

(۲)

سارے جہاں کو چھوڑ کے ہم اس کے ہو لئے
صد جلوہ روبرو ہے ' جدھر آنکھ کھولئے
ہم کو نہ اپنے باٹ ' ترازو سے تولئے
بیج اپنی کشت جاں میں توکل کے بولئے
اس کے سوا کسی کا نہیں آسرا پسند
ہم انتہا پسند!

(۳)

معبود ہے ہمارا تو : اللّٰہ الصمد
وہ جس کی قدرتوں کی کوئی قید ہے نہ حد
اک ہاتھ میں ازل ہے تو اک ہاتھ میں ابد
ہے بے مثال' اس کی کوئی آل ہے نہ جد
دونوں جہاں میں ہم کو ہے اس کی رضا پسند
ہم انتہا پسند!

(۴)

پیوست لاشعور ہے آوازۂ الست
فطرت کا یہ وہ عہد ہے جس کو نہیں شکست
اس عہد ہی کے فیض سے ہم ہیں خدا پرست
دار فنا کے ہم پہ عیاں ہیں بلند و پست
ہم انتہا پسند ہیں ہم ابتدا پسند
ہم انتہا پسند!

(۵)

ہم کو رضائے خالق اکبر عزیز ہے
ہم کو متاع دین پیمبرؐ عزیز ہے
روز جزا کا جرعۂ کوثر عزیز ہے
ہم کو ولائے شافعِ محشر عزیز ہے
ہے جان و دل سے انؐ کی ہمیں ہر ادا پسند
ہم انتہا پسند!

(۶)

رُوحِ جہاد اپنے عمل کی اساس ہے
ایمان ہے جسد' تو شہادت لباس ہے
پروانہ حیات ابد اپنے پاس ہے
ہر اک نفس ہمارا سراپا سپاس ہے
ہم کو لقب ہے اپنا ''شہید وفا'' پسند
ہم انتہا پسند!

(۷)

دنیائے دوں کی بے سر و سامانیاں قبول
ہم کو رضائے حق کے لئے ہر زیاں قبول
خلدِ بریں کے واسطے تفویض جاں قبول
ہے موسم بہار کی خاطر خزاں قبول!
تم کو خبر نہیں ہے کہ ہم کو ہے کیا پسند
ہم انتہا پسند!

(۸)

اب ہے کہاں وہ شوکت قیصر' وہ اوج کے
گم ہے وہ ساز ''ربکم الاعلیٰ'' کی شوخ لے
وہ بزم عیش' ساز طرب' وہ فروغ مے
کہتا ہے اک فسانۂ عبرت سکوت نے
مبغوض ہیں ہماری نظر میں انا پسند
ہم انتہا پسند!

(۹)

ہم ''اُمت وسط'' ہیں جہاں کو پیامِ خیر
ہم سے ہوا ہے دہر میں اونچا مقامِ خیر
لب پر ہمارے' سب کے لئے ہے سلامِ خیر
ہر ظلم کے خلاف ہیں ہم انتقامِ خیر
ہے سنت جہاد ہمیں برملا پسند
ہم انتہا پسند!

(۱۰)

ہم کو ملی ہے منکر و معروف کی تمیز
ہم کو تو ہے حمایت دین متیں عزیز
بڑھ کر نہیں متاع حمیت سے کوئی چیز
دبتے نہیں کسی سے کبھی وقت رستخیز
ہم تو ہیں اہل حکمؐ نہیں التجا پسند
ہم انتہا پسند!

(۱۱)

وہ ظلمت عمل ہو کہ ظلمت خیال کی
کیوں ہم پہ ظلمتیں ہوں مسلط زوال کی
تصویر ہم کبھی کے عروج و کمال کی
لازم ہے اب کہ فکر ہو اصلاح حال کی
ظلمت شکن بنیں گے کہ ہم ہیں ضیا پسند!
ہم انتہا پسند!

(۱۲)

تہذیب مغربی کا فسوں توڑ دیجئے
اب اس کی پیروی کا جنوں چھوڑ دیجئے
سارے وہ خم' وہ جام و سبو پھوڑ دیجئے
رشتہ دلوں کا دین سے پھر جوڑ دیجئے
ہے خلق اپنا' دین نبیؐ' ہم حیا پسند!
ہم انتہا پسند!

(۱۳)

''باطل دوئی پسند ہے' حق لا شریک ہے''
تسبیح کر رہی ہے خدا کی' ہر ایک شے
میخانۂ الست کی اپنی ہے بزم مے
منہ موڑنا تمہارا یہ حق سے ہے تابہ کے
ہم تو چلے ہیں سوئے دغا ہم جفا پسند
ہم انتہا پسند!

(۱۴)

تم دین مصطفیٰؐ کے بنو گے اگر حریف
راہ خدا میں ہم کو نہ پاؤ گے پھر ضعیف
ممکن نہیں کہ ہم ہوں کبھی کفر کے حلیف
نکلیں گے ہم جہاد کو 'بوجھل ہوں یا خفیف
ہم کو ہے زندگی کا یہی راستہ پسند
ہم انتہا پسند!

تحریک اسلامی پاکستان کے رہنما' معروف مصنف و شاعر جناب پروفیسر حفیظ الرحمٰن احسن کی یہ نظم جہاں ہمارے لئے دعوت و فکر کے نئے در وا کئے ہوئے ہے وہیں اسلام کے انقلابی فلسفہ و فکر' دنیا میں ہماری آمد اور اس کے مقاصد کی جانب ہماری توجہ مبذول کرانا چاہتی ہے۔ قبل ازیں یہ نظم روزنامہ ''نوائے وقت'' بتاریخ ۱۸ جنوری ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ ہم اس کو بشکریہ ''نوائے وقت'' ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

....جب تک تو یہی کچھ کرنا ہے

تحریر: انجینئر حافظ عبداللہ محمود

۱۱ ستمبر کے بعد افغانستان پر امریکی حملے سے لے کر پرویز مشرف کے حالیہ اقدامات تک کے واقعات نے سوچنے والوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ بنیادی سوالات جو ذہنوں میں بار بار ابھرتے ہیں' ان کا ذکر تنظیم اسلامی کے اجتماعات میں مختلف انداز اور زاویوں سے ہو رہا ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ اس وقت تنظیم کا ایک عام ساتھی بھی ایک عجیب کیفیت کا شکار ہے کہ اگر ایک لمحے کے لئے آخرت اور حضور اکرم ﷺ کی ان حالات کے متعلق بیان کردہ احادیث کو صرف نظر کر دیا جائے تو واقعتاً ہمتیں پست اور ذہن ماؤف ہونے لگتے ہیں اور ''کیا اور کیوں!!'' کی صدائیں ذہن کے ہر گوشے سے اٹھتی محسوس ہوتی ہیں۔ زندہ اقوام اور متحرک تنظیم ہر اہم واقعے سے اپنے لئے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ سب سے پہلے آیئے ۱۱ ستمبر سے لے کر اب تک کے واقعات اور اس دوران اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیں:

☆ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ سمجھا گیا کہ طالبان افغانستان پر امریکی حملے کو سہہ لیں گے۔ اس سلسلے میں تنظیم کے عام کارکن کی یہ تربیت کرنا ضروری نہ سمجھا گیا کہ معاملات اس کے برعکس بھی ہو سکتے ہیں۔

☆ امریکی حملے کے خلاف طالبان کی جدوجہد میں اللہ کی مدد کی توقع کرنا غلط نہ تھا کیونکہ طالبان نے وہ کم از کم شرائط بہر حال پوری کر دی تھیں جو اللہ کی مدد کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اس بات میں شک کئے بغیر کہ یہ توقع بالکل صحیح تھی' ہمیں سوچنا چاہئے کہ سیرت طیبہ میں اللہ کی مدد کے حوالے سے جو مثالیں ہم آج بیان کر رہے ہیں' وہ درحقیقت ''قانون آزمائش'' کے ضمن میں پہلے بھی بیان ہونی چاہئے تھیں!

وہ چند باتیں جو طالبان حمایت کی اس تحریک کے دوران سامنے آئیں یہ تھیں:

☆ ہماری قوم کا مزاج بحیثیت مجموعی انتہائی خودغرض ہو چکا ہے اور دینی غیرت وحمیت کے حوالے سے ہمارے جذبات بالکل سرد پڑ چکے ہیں۔

☆ قوم کے اکثر طبقوں کا اعتماد ہمارے دینی طبقے سے اٹھ چکا ہے۔ طالبان کی حمایت کے حوالے سے پرویز مشرف کا ۲ فیصد کا چیلنج ہمارے لئے آخر تک چیلنج ہی بنا رہا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قوم طالبان پر امریکی حملے کے تو خلاف تھی مگر دینی عناصر سے انتہائی باغی تھی۔

☆ تسلیم کرنا چاہئے کہ پاکستانی معاشرے میں Polarisation ہوئی ضرور ہے مگر اس طرح کہ سیکولرازم کو فتح اور اسلام پسندوں کو شکست ہوئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس کا مختصر اور نکات وار جواب یہ ہے:

اپنے مقصد کے ساتھ وابستگی: تنظیم میں شمولیت کے وقت ایک چیز جو ہم سب کے ذہنوں میں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ''ہمارا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے'' اور تنظیم اسلامی بیعت کی بنیاد پر قائم ایک ایسی جماعت ہے جو ''اولاً پاکستان اور پھر پورے روئے ارضی پر نظام خلافت قائم کرنا چاہتی ہے۔'' یہ عظیم مقصد ہرگز اتنا عارضی یا بے وقعت نہیں ہے جو کسی بھی فوری طور پر پیدا ہو جانے والی صورت حال میں تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ ہمیں اپنے مقصد کی سچائی پر اعتماد کرتے ہوئے اسی کے ساتھ جڑے رہنا ہے۔

کارکنوں کی تربیت: ہمیں کوئی Short Cut نہیں اپنانا مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''شہادت علی الناس'' اور ''اقامت دین'' کے اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کے لئے ہمارا تربیتی نظام انتہائی ناکافی اور غیر تسلی بخش ہے۔ لہٰذا ہر رفیق کو اپنے تزکیہ اور تربیت پر خصوصی اور بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

دعوت دین: ''دفاع افغانستان و پاکستان کونسل'' کے جلسوں میں شریک خصوصاً تنظیم اسلامی کے نمائندگان میں سے بعض کی یہ رائے بھی سامنے آئی ہے کہ تنظیم اب اپنی جدوجہد کے چھٹے مرحلے یعنی ''اقدام'' تک پہنچ چکی ہے اور اسے اب واپس قدم ہرگز نہیں بڑھانا چاہئے۔ یہ رائے رکھنے والے تمام لوگوں سے انتہائی مودبانہ گزارش ہے کہ وہ قوم جو چند منٹوں کے لئے عین چوراہے میں ہونے والے جلسوں میں محض شرکت کے لئے تو وقت نکال نہیں سکتی' اس کی ''خاموش اکثریت'' پر اعتماد کرنا ہرگز کوئی دانائی نہیں۔ ہمیں تو ابھی اپنی انقلابی جدوجہد کے ابتدائی تین مراحل کی طرف ہی توجہ دینی ہے اور خاموشی سے بالکل علمائے دیوبند کی طرح ''قال اللہ وقال الرسول'' کی صدائیں بلند کرنی ہیں۔ تبلیغی جماعت کے جذبے کی طرح پہلے ہمیں اپنی تحریک کو واقعتاً ''تحریک'' بنانا ہے۔ ہاں یہ لازم ہے کہ ہم اپنی دعوت کو اپنی فکر کے ساتھ ہم آہنگ رکھیں۔ ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو اللہ کی مشیت ہی سے ہو رہا ہے۔ ہم سے صرف ہمارے بارے میں پوچھ ہوگی کہ ہم نے اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں ادا کیں یا نہیں۔ ہمیں اپنی تنظیم کو مزید فعال بنانے کی جتنی ضرورت آج ہے' پہلے کبھی نہ تھی اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کام کرنے کا جو موقع آج مہیا ہے' وہ پہلے کبھی نہ تھا۔ قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے کے بعد اس فکر کو عام کرنا اور لوگوں تک پہنچانا' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دینا ہے...... بس یہی کچھ تو ہمیں کرنا ہے!!

جور کے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

شاید کہ اتر جائے......

فرقان دانش خان

آئی بسنت' پالا اڑنت

ہم پاکستانی بھی عجیب قوم ہیں۔ اپنے حال میں مست' دنیا و مافیہا سے بے خبر' اپنے اردگرد سے بے نیاز۔ افغانیوں پر قیامت آئی اور گزر گئی' ہمارے کان پر جوں تک نہ رینگی' ہم اسی طرح بسنت کی تیاریوں میں لگے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح اس سال بھی بسنت منائی جائے گی اور کروڑوں روپے پتنگ بازی کے نام پر بوکاٹا ہو جائیں گے۔ سینکڑوں بچے پتنگ لوٹتے ٹریفک حادثات کا شکار ہو کر معذور ہو جائیں گے۔ چھت سے گر کر ہلاک ہونے کے باعث کئی ماؤں کی گود اجڑ جائے گی۔ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھانے والی قوم ڈور سے اپنی انگلیاں کٹا بیٹھے گی۔ میدان جہاد میں گردن کٹانے کو دہشت گردی سمجھنے والے کئی راہ گیر ڈور پھرنے سے اپنی گردنیں کٹوا لیں گے۔ اس پتنگ بازی کی بدولت بجلی اور پانی کے انقطاع سے شہریوں کو پریشانی اور واپڈا کو بھاری قومی نقصان الگ اٹھانا پڑتا ہے۔

ابھی بسنت دور ہے لیکن پتنگ بازی کا بخار عروج پر ہے۔ گزشتہ دنوں ہمارے ایک دوست میاں نعیم الدین موٹر سائیکل پر جاتے ہوئے اس ظالم ڈور کے ہاتھوں اپنی ناک زخمی کروا بیٹھے' چار ٹانکے لگے۔ جب ہم ان کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے اپنے کسی رشتے دار کے ایک بچے کا حال سنایا جو گزشتہ سال ڈور لگنے سے اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے محروم ہو گیا تھا۔

۱۲ جنوری کو قوم سے خطاب میں صدر پرویز مشرف نے جہاد کی کچھ اقسام گنوائی تھیں۔ ان کے تصور جہاد سے اختلاف اپنی جگہ' لیکن کیا وہ ثقافت کے نام پر جاری اس برائی پر پابندی لگا کر معاشرتی برائیوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کریں گے یا ''آئی بسنت' پالا اڑنت'' کا نعرہ لگا کر گوالمنڈی کی فوڈ سٹریٹ کی طرح اس بسنتی پروگرام کا افتتاح کرنے کے کسی موقع کی تلاش میں رہیں گے؟

ایف ٹی سی آڈیٹوریم، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کا خطاب

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ماہ جنوری کے دورۂ کراچی کے دوران ۷ جنوری کو ایف ٹی سی آڈیٹوریم میں ''ملکی و بین الاقوامی صورت حال میں قرآن و سنت سے رہنمائی'' کے عنوان سے ایک خطاب کا اہتمام کیا گیا جو رات ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوا۔ وقت سے قبل ہی آڈیٹوریم، سٹیج اور سیٹوں کے درمیان کی راہداریوں سمیت کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر شرکاء کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کی توقع کرتے ہوئے ہال کے باہر بھی بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا اور پروجیکٹر کا اہتمام بھی تھا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد سٹیج سیکرٹری جناب اعجاز لطیف نے امیر محترم کو خطاب کی دعوت دی۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے خطاب میں سابق اور موجودہ امت مسلمہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس سازش کا تذکرہ کیا جو یہود نے ۱۱ ستمبر کے سانحہ کے ذریعے امریکی عوام اور حکومت میں مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ پیدا کرنے کے لئے کی۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنائے جانے پر اس کا دشمن بن گیا کیونکہ وہ خود کو اس منصب کا اہل سمجھتا تھا، اسی طرح یہود چونکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد امت مسلمہ کے منصب سے معزول کر دیئے گئے تھے لہٰذا انہوں نے اول دن ہی سے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ یہ سلسلہ دورِ نبوت ہی سے شروع ہو گیا تھا جو دورِ خلافت راشدہ میں بھی جاری رہا اور تا حال جاری ہے۔ ۱۱ ستمبر کے سانحے کی اصل ذمہ دار اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد ہے جس نے مغرب سے ناراض عرب نوجوانوں کو استعمال کر کے امریکیوں میں مسلمانوں کے خلاف جذبات بھڑکانے میں کامیابی حاصل کی۔ امریکہ نے اسامہ پر اس سانحہ کی ذمہ داری ڈال کر اسی بہانے افغانستان پر جارحیت کی اور طالبان حکومت کو ختم کر ڈالا۔ امیر محترم نے کہا کہ طالبان حکومت کے خاتمہ کے بعد میرے اس گمان کو تقویت ملی ہے کہ برصغیر ہند میں گزشتہ چار سو سال کے دوران ائمہ دین کی تجدیدی مساعی اور اسلام کی تبلیغی و احیائی تحریکوں کے کردار کے پیش نظر یہ بات عیاں ہے کہ احادیث میں قیامت سے قبل عالمی نظام خلافت کے قیام کی پیشن گوئیوں کے حوالے سے مملکت خداداد پاکستان کا اللہ کی مشیت میں اہم کردار ہے۔ اس کے لئے ہماری دینی جماعتوں کو انتخابی سیاست کی دلدل سے نکل کر صرف نفاذ اسلام کے واحد نکتے پر متحد ہو کر احتجاجی سیاست کو اپنانا ہو گا۔ افغان بحران کے دوران دفاع پاکستان و افغانستان کونسل کا قیام اتحاد کی ایک اچھی کوشش تھی اور اب اس اتحاد کو اپنا رخ پاکستان میں نفاذ اسلام کی طرف موڑ دینا چاہئے۔ عوام کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے اندر ایمان حقیقی پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور اللہ تعالیٰ کے نظام کے نفاذ کے لئے کسی اجتماعیت میں شامل ہو کر تن من دھن اس مقصد کے لئے وقف کر دیں۔

یہ پروگرام رات گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا جس میں خواتین سمیت تقریباً ایک ہزار افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موجودہ صورت حال کی نزاکت کو سمجھنے اور وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے! (رپورٹ: محمد سمیع)

قرآن مرکز کراچی میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام خواتین کی عید ملن کی تقریب

۲۰ دسمبر ۲۰۰۱ء کو عید ملن کا آغاز دن کے ایک بجے ہوا۔ کورنگی کی رفیقہ تنظیم محترمہ ربیعہ نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی۔ اس کے بعد لانڈھی اور کورنگی اسرہ کی ناظمہ محترمہ ثمرین بنت ریاض نے اپنے افتتاحی کلمات میں نئی رفیقات کو مبارک باد دی اور انہیں احساس دلایا کہ ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ وہ اب پہلے جیسی خواتین نہیں رہیں بلکہ باحیا، باپردہ اور ہر صورت میں شریعت پر عمل کرنے والی رفیقات میں شامل ہو چکی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ راہِ حق میں رکاوٹیں ضرور آئیں گی لیکن ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو مضبوط کریں اور خود کو دوسروں کے لئے ماڈل بنائیں۔ اس کے بعد نئی رفیقات سے تعارف ہوا۔ ہر رفیقہ کے سامنے تین سوالات رکھے گئے:

۱۔ آپ تنظیم میں کیسے شامل ہوئیں؟

۲۔ تنظیم کی کس چیز نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

۳۔ اپنے تجربات بیان کریں۔

بیشتر خواتین کا موقف یہ تھا کہ وہ تنظیم کی قرآنی تحریک سے بہت متاثر ہیں، مثلاً تنظیم کا کوئی پروگرام قرآن سے ہٹ کر نہیں ہے۔ چند دوسری خواتین درس قرآن سے بہت متاثر تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس انداز کے پروگرام میں شرکت کرنے کا ان کے لئے یہ پہلا اور بہترین تجربہ تھا۔ پردے کا صحیح معنوں میں احساس پہلی دفعہ جاگا۔ مزید یہ کہ خواتین کے صحیح مقام کا پتہ چلا اور احساس ہوا کہ زندگی صرف کھانے پینے اور گھومنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس زندگی کا حساب بھی دینا ہے۔

اس پروگرام کی خاص بات یہ تھی کہ اگرچہ اس کے دعوت نامے رمضان المبارک میں ہی تقسیم کئے گئے تھے لیکن اس کے باوجود شرکاء وقت سے بھی پہلے پہنچ گئے۔ پروگرام کے درمیان میں کھانا پیش کیا گیا اور آخر میں ناظمہ نے تجدید عہد کے طور پر سب کو بیعت فارم پڑھوایا جس سے احساس ذمہ داری اب مزید بڑھ گیا ہے۔

سیالکوٹ میں دعوتی پروگرام

دسمبر ۲۰۰۱ء میں رفیق تنظیم اسلامی جناب فاضل ڈاکٹر امان اللہ خان نے پیرامیڈیکل سکول سیالکوٹ میں دو لیکچر دیئے جو تقریباً دو دو گھنٹے پر محیط تھے۔ ان میں سکول کے تمام طلبہ اور اساتذہ نے شرکت کی جن کی تعداد ۵۷ تھی۔ ان دو لیکچروں میں امت مسلمہ پر موجودہ زوال کے حوالے سے فرائض دینی کے جامع تصور پر سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ موصوف نے طلباء اور اساتذہ کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ شرکاء نے یہ تاثر دیا کہ اگر ہم حقیقتاً عملی طور پر مسلمان بن جائیں تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر امان اللہ خان نے ڈسکہ کے نواحی گاؤں رنجائی میں درس قرآن دیا۔ درس میں سورۃ النور کی آیات کے حوالے سے ایمان کی کسوٹی کو زیر بحث لایا گیا۔ حاضرین کی تعداد ۴۰ کے لگ بھگ تھی، جو ظہر سے عصر تک پورے انہماک کے ساتھ گفتگو سنتے رہے۔ بعد میں حاضرین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔

ضرورت رشتہ

مذہبی گھرانہ، ارائیں فیملی کی ۲۳ سالہ بی اے، پابند صوم و صلوٰۃ لڑکی، جو الہدیٰ سے قرآنی تعلیمات کا کورس کر رہی ہے، کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
رابطہ: حافظ منظور احمد، فون: 7467991

☆ ایم اے اسلامیات، ایم اے اکنامکس لڑکیوں کے لئے دینی مزاج کے حامل ترجیحاً ارائیں فیملی کے رشتے درکار ہیں۔ فون برائے رابطہ: محمد اسلم 0431-267005

☆ گریجویٹ بچی، عمر ۲۲ سال، قد ۵ فٹ ۷ انچ کے لئے صرف ارائیں فیملی ترجیحاً لاہور اور گردونواح سے رشتہ درکار ہے۔ فون برائے رابطہ: حاجی ظہور احمد 0431-236678

☆ بچی، تعلیم ایف اے، عمر ۲۱ سال کے لئے لاہور/گوجرانوالہ سے دینی مزاج کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
فون برائے رابطہ: انجینئر طارق 0320-4956733
0431-236678

اعتذار

انجینئر نوید احمد کی تحریروں پر مبنی سلسلہ ''طالبان پر اعتراضات اور جوابات'' جو ''ندائے خلافت'' کے گزشتہ شمارے سے شروع کیا گیا تھا، جگہ کی کمی کے باعث اس مرتبہ شامل اشاعت نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے کی دوسری تحریر ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع کی جائے گی۔ (ادارہ)

the global apartheid would crumble just like the colonial empires of the 20th century.

3. Secularisation would dilute Islamic threat: It is an extremely disappointing fact that the US and some opportunistic Muslim leaders have started presenting the establishment of an Islamic government a threat to civilisation. Global efforts are underway to secularise all Muslim states, keeping Turkey as a role model before them. Such attempts ignore the fact that Islam is not an "ism" nor any degree of exploitation can make it so. By dislodging the Taliban government in the most illegal and inhuman way, the US is trying to establish that all the propaganda against the Taliban regime was based on facts and that any government established in the name of Islam would be a copy of the Taliban regime. To make secularism palatable, war against the Taliban was underway since long. Long before the final showers of cluster bombs, the US was raining down dollars to buy out Muslim scholars, close associates of Mulla Omer for influencing their major decisions. All these efforts paved the way for demonising the Taliban, and the idea of an Islamic state, to the full extent. The fact, however, remains that the task of diluting Islam in countries like Pakistan, Afghanistan, Egypt, etc is daunting and its consequences would be far worse than allowing the Muslims to form and run governments of their own liking. For this to happen, the US has to get rid of its morbid dread of Islamic states. If allowed to flourish on equal footing, such governments would be more sincere and friendly to the US than the self-centred despots.

4. The root causes can be ignored: The fourth hurdle to realising the only solution is the wrong assumption that the US would win the "war on terrorism" without specifically addressing its roots or defining the meaning of terrorism. Taking advantage of the ambiguity, politicians and governments worldwide have expanded the war against terrorism by redesignating their own enemies as terrorists and extremists. This has been easy because Washington's definition is elastic and arbitrary, and it has cut down many laws that could hinder smooth implementation of occupation and repression.

Indian exploitation of the venerable politico-religious conflict, Russian reinterpretation of its war on Chechens, and Israeli attempts to consummate its occupation are but the initial pinpricks compared to the impending horrible consequences of the US ambiguous war on terrorism. The US needs to stop its disregard of the plight of the oppressed by labelling it as propaganda of the terrorists. Life is not so different under the direct occupation of Israel in Palestine and indirect US domination in Egypt or Pakistan. The marginalized masses are growing entirely insensitive to violence and the value of life. There must be some reason that they not only dance at the death of Americans but also when their own brothers and sons blow themselves limb from limb.

5. Lies would endure: The recent success of Western news channels to lie about almost every aspect of the Muslim world has embolden the American policy makers that they would forever maintain their supremacy by hiding the facts from their public and make them love and hate personalities, nations and different issues according to the strategic priorities of Western capitals. They ignore the fact that people on both sides of the artificial divide are seriously looking for change. Vietnam veterans, for instance, are disgusted that the Tonkin Gulf Incident was a lie and a fabrication that got so many good people on both sides killed because of a big lie and lying politicians. The US came close to a revolution at that time, and many Americans regret that they did not have one because that would have brought about some of the necessary changes when the time was right. The Muslim states are no Soviet Unions. And the time has changed. Try to fool too many for too long would be much disastrous than the US administration can ever imagine. Even in the US, a lot of people know that the Muslim countries have been treated unfairly and would like to see this changed to promote peace. They know that "puppet" regimes have been installed to benefit oil and other strategic interests.

6. UN could be indefinitely exploited: For maintaining status quo in the international apartheid, the US believes that it would forever enjoy the unchallenged, one-against-all position with its veto power; that it would continue to use UN as oppression legitimising agency; and that its managers of genocide would indefinitely bow down to the US pressure. Keeping the growing resentment against the US policies in mind, one can safely predict that an upheaval in the Muslim world could soon trigger rejection of the unjust and undemocratic UN mechanism.

For peace, the US has to make a war on injustices. Archbishop Desmond Tutu in South Africa has been a proponent of what is probably the best way to fully reconcile differences and expose injustices. In this age of global apartheid, we now need his "truth and reconciliation commissions" on international level for exposing and acknowledging all the bad, dishonest and evil things, done by all sides, with the hope of getting justice, making restitution, and trying to prevent them from ever happening again. This is consistent with the statement, "the truth will set you free" and this is one of the ways towards the only solution.

The proposed international "truth and reconciliation" commissions need to be independent and without any power, with any one, to veto the truth. There are too many good Muslims and good Americans, that we would hate to see an escalation of war between people who should be best partners in peace, except for the acts of a few terrorists, dishonest leaders, and broken promises on all sides. Unfortunately, any future acts of terrorism against the people of the United States or the continued unequal treatment, occupation, repression and killing of the Muslims around the world would not lead to greater understanding of the problem or justice for people who do have justified grievances. The US cannot make the world a better place by cutting down all the laws while crusading against the devil in others. All of us need to honestly face the mirror, no matter how hard it may be and how long it may take.

☆☆☆

Vol:11 Regd.CPL No.127 No.4
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail abidjan2@psh.paknet.com.pk)

The Only Solution.

A felicitous conversation between two characters of Robert Bolt's "A Man for All Seasons" goes like this:

Sir Thomas More: The Law, Roper, the Law, I know what is legal not what is right. And I will stick to what's legal... William Roper: So now you'll give the Devil benefit of law! More: Yest. What would you do? Cut a great road through the law to get after the devil? Roper: I'd cut down every law in England to do that! More: And when the last law was down, and the devil turned on you - where would you hide, Roper, the laws all being flat? This country's planted thick with laws from coast to coast - man's laws, nor God's - d'you really think you could stand upright in the winds that would blow. then?

In real life, Thomas More would have been decidedly of the view that there was something called the law of nations, which was prior to and above the laws of England. Since September 11, 2001, no such awareness seeps through the thicket of ignorance in the West. Ever since, the media prosecution has proven the Muslims guilty of terrorism and all justifications are being put forward in support of cutting down all international rights, laws and codes of ethics to eliminate "the evil." The free of laws and rights "war on terrorism" is considered a panacea to all ills afflicting the United States. But, is it the only solution?

The post September 11 experience further forces us to ask: has the US occupation of Afghanistan reduced the chances of any attack on its interests? Would support of dictatorships in the Muslim world, eliminate the US security threats? Would the US-backed drive for secularization substantially reduce anti-Americanism in the Muslims world? The answer to all these questions is an emphatic "NO." The only solution to eliminate anti-Americanism and the subsequent anti-Westernism and associated violence for the establishment in Washington is to live and let the Muslims live with the same rights to liberty, independence, sovereignty and dignity as it wants to enjoy itself. This solution can never be materialized as long as the US does not feel as much concerned about rights of the Pakistanis, Egyptians, Algerians, Afghanis, Iraqi's, etc. as independent nations as much as it is concerned about the Muslims' right to throw off burqa, shave off beard and adopt any of the lifestyles from straight to bi-sexual, homosexual, transsexual, and omnisexual. The Muslims' collective rights as independent nations are as much important as individual human rights of their public.

Implementation of the aforementioned only solution depends on overcoming the following basic hurdles of misconception on part of the US and its allies. These misconceptions can be discussed, debated and implemented in one go or in phases, but the idea to continue living with them would never help the US achieve the objectives that it expects to achieve through its "war on terrorism."

Global apartheid would survive: The first misconception of the US and its allies is that Muslim nations would ultimately learn to live with the pervasive inequality, unlimited double standards and domination. Calls from the Muslim world for equal rights, as enjoyed by other "civilized" nations, are labelled as voices of the extremists and terrorists. The American "war," if it is indeed launched for peace and not domination, can only succeed if it is freed of the hypocrisy, cynicism and partisan exploitation that surround it. Liberty and independence is as dear to the Palestinians and other Muslims around the world as are these to the Americans. If other countries have no right to impose or overthrow governments in the US, UK, etc. so right-less should be the US in the Muslim countries. The 20th century colonialism has led to the international apartheid. However, quelling Muslims' resistance to repression and domination is a short-term policy, because regardless of their military weakness and political instability, the Muslim nations would never surrender their rights to live as equal nations in the world.

It is a fact of political life and history that terrorism is the weapon that oppressed populations have always employed against those they consider their oppressors, usually because it is the only weapon available. As long as the Muslims feel that they are treated as second-class nations, they would pose resistance to domination regardless of who rules them.

Ask the Irish what liberated Ireland, or the Serbs what liberated Serbia from the Turks in the 19th century, or the Vietnamese what freed them from French colonialism. As for war against civilians, one may ask the Americans in Georgia and Carolina about how William Tecumseh Sherman broke the Confederacy. Just as domination and apartheid has become global, so borderless would remain all resistance to it until the managers of apartheid come to their senses.

2. Authoritarianism is bless: The above misconception leads to yet another mis-belief that the US interests can forever be safeguarded through imposing, sponsoring and sustaining pro-US authoritarian regimes in the Muslim countries as a lesser evil. Just an year ago, the US couldn't do "business as usual" with "dictator" Musharraf, but suddenly all the principles went up in smoke and he is now the most beloved "President" of Pakistan. Considering authoritarian regimes as bastions of the US interests is one of the main impediments to the US understanding feelings of the Muslim masses. The unrepresentative Governments like Hosnie Mubarak, Islam Karimov's and Pervez Musharraf would not remain a blessing for the US for far too long. Once they start backfiring,